قادیانیوں

کے صد سالہ جشن پر پابندی جائز ہے

انصاف کے ایوانوں میں جھوٹی نبوّت کی ذلت و رسوائی

لاهور هائی کورٹ کا تاریخی فیصله

جناب جسٹس خلیل الرحمٰن خاں

''مرزا صاحب کے مخصوص دعویٰ کے پیش نظر یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ احمدی مرزا صاحب کو حضرت محمدؐ کا بدل مانتے ہیں۔اس لیے جھنڈوں پر لکھے ہوئے اور بیجوں پر تحریر شدہ الفاظ ''محمد رسول اللہ'' کا استعمال ہر احمدی کی اپنی ذمہ داری ہے کیونکہ ایسا کرنا رسول اکرمؐ کے مقدس نام کی بے حرمتی کرنے کے مترادف ہے۔ بلاشبہ ایسا فعل دفعہ 295۔سی ت پ کے دائرہ میں آتا ہے''...... ''عام لوگ یعنی امتِ مسلمہ احمدیوں کی سرگرمیوں اور ان کے مذہب کی تبلیغ کی مزاحمت ومخالفت کرتی ہے تاکہ ان کے مذہب کا اصل دھارا پاک صاف اور غلاظت سے محفوظ رہے اور امت کی یکجہتی بھی برقرار رہے۔ایسا کرنے سے قادیانیوں کے اپنے مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کرنے کے حق پر نہ کوئی زد پڑتی ہے' نہ اس کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔''

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حدیثِ دل

الحمد للہ والصلوۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ' اما بعد.

اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں قادیانیت کا فتنہ ایک ایسا فتنہ ہے' جسے اسلام و اہل اسلام کے لیے بلاشبہ خطرناک' مہلک اور بدترین قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس فتنہ کے بانی' فتان اعظم' مرزا قادیانی آنجہانی نے 23 مارچ 1889ء کو لدھیانہ (بھارت) میں اس فتنہ کی بنیاد رکھی۔ چنانچہ اس فتنہ کے سو سال پورے ہونے پر قادیانی 23 مارچ 1989ء کو ''صد سالہ جشن'' منانا چاہتے تھے۔ اس کے لیے انہوں نے اپنے پاکستانی مرکز ربوہ (اب چناب نگر) میں یہ انتظام کیا کہ:

(1) پورے ربوہ اور گردونواح کی پہاڑیوں اور عمارتوں پر چراغاں کے لیے لائٹ اینڈ ڈیکوریشن پارٹیوں سے گوجرانوالہ' سرگودھا' فیصل آباد' راولپنڈی اور جھنگ وغیرہ سے سامان کرایہ پر لینے کے لیے معاہدے کیے۔ ہزاروں روپیہ ایڈوانس دیا اور اشٹام پیپرز پر تحریریں حاصل کیں۔

(2) بجلی بند ہونے کی صورت میں وسیع پیمانہ پر جنریٹروں کا انتظام کیا۔

(3) مٹی کے ''دیئے'' کئی ٹرکوں پر منگوائے جو سرسوں کے تیل سے جلانے تھے۔

(4) مرزا قادیانی اور اس کے نام نہاد خلیفوں کی اسلام دشمن اور اشتعال انگیز تحریروں پر مشتمل پمفلٹ' پوسٹرز' سٹکرز اور بینرز کی وسیع پیمانے پر اشاعت اور تقسیم کا منظم منصوبہ۔

(5) صد سالہ جشن کی مناسبت سے' ربوہ میں سو گھوڑے' سو ہاتھی اور سو ملکوں کے جھنڈے لہرانے کا انتظام کیا۔

(6) اس موقع پر ربوہ میں عورتوں اور مردوں کے لیے فوجی وردی تیار کی گئی' جسے پہن کر

انہیں عسکری طاقت کا مظاہرہ کرنا تھا۔

(7) اس کے علاوہ تقسیمِ مٹھائی' جشن جلسے اور تقریبات وغیرہ کے دیگر لوازمات کا اہتمام کیا۔غرض اس طرح وہ اپنے کفر کی تبلیغ کے لیے سرگرمِ عمل تھے۔اور تماشہ دیکھئے کہ جھوٹے کے جھوٹ کے سو سال مکمل ہونے پر ''صد سالہ جشن'' اور وہ بھی آئین و قانون کی خلاف ورزی اور مسلمانوں کے لیے اشتعال کا باعث۔

قادیانی جماعت کی اس تیاری پر اسلامیان پاکستان کو تشویش لاحق ہوئی۔ عالمی مجلسِ تحفظِ ختم نبوت نے فوری طور پر دفتر مرکزیہ ملتان میں اپنی مرکزی ورکنگ کمیٹی کا 12 مارچ 1989ء کو اجلاس طلب کیا اور اس تشویشناک صورت حال پر غور کر کے اہم فیصلے کیے۔

(1) روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور' راولپنڈی' کراچی' ملتان' روزنامہ ''جنگ'' لاہور' کراچی' راولپنڈی' کوئٹہ کے تمام ایڈیشنوں میں آخری صفحہ پر ہزاروں روپیہ کی لاگت سے اشتہار دیا' جس میں جشن پر پابندی کا مطالبہ کیا گیا اور پابندی نہ لگنے کی صورت میں 23 مارچ کو عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت کی جامع مسجد محمدیہ ریلوے سٹیشن ربوہ پر ''آل پاکستان ختم نبوت ریلی'' منعقد کرنے کا اعلان کیا گیا۔

(2) 17 مارچ 1989ء کو پورے ملک کے تمام مکاتب فکر نے یوم احتجاج منایا۔

(3) 12 مارچ کو ملتان' 18 مارچ کو بہاولنگر' 19 مارچ دوالمیال جہلم میں عظیم الشان احتجاجی کانفرنسیں منعقد کی گئیں۔ربوہ میں مشترکہ جمعہ اور سرگودھا' جھنگ اور ٹوبہ ٹیک سنگھ میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنسوں کا اہتمام کیا گیا۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ مولانا خواجہ خان محمد صاحب اپنے رفقاء کی ٹیم لے کر پورے پنجاب میں سرگرمِ عمل ہو گئے۔

(4) 18 مارچ کو سرگودھا میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے بھرپور احتجاجی مظاہرہ کیا جس میں تمام دینی جماعتوں اور شبان ختم نبوت نے بھرپور حصہ لے کر نمایاں کردار ادا کیا۔

(5) عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت سرگودھا اور چنیوٹ نے 23 مارچ کو ربوہ کی طرف لانگ مارچ کا اعلان کیا۔

(6) پورے ملک کے اخبارات میں احتجاجی بیانات اور غم وغصہ کا اظہار کیا گیا۔اس سلسلہ میں مولانا فقیر محمد صاحب سیکرٹری اطلاعات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت فیصل آباد نے بھرپور اور موثر کردار ادا کیا۔یوں پورے ملک میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کارکنان ورہنما سراپا احتجاج بن گئے۔

(7) پورے ملک سے وفود اور قافلے ''جشن'' بند نہ ہونے کی صورت میں احتجاج کے لیے ربوہ پہنچنے کی تیاری کرنے لگے۔

(8) مولانا زاہد الراشدی مرکزی سیکرٹری اطلاعات مرکزی مجلس عمل تحفظِ ختم نبوت پاکستان نے گوجرانوالہ کی لائٹ اینڈ ڈیکوریشن کی پارٹیوں سے ملاقات کی اور مرزائیوں کے خودساختہ جشن پر چراغاں کا سامان سپلائی نہ کرنے کا وعدہ لیا اور تمام مکاتبِ فکر کی طرف سے ایک مشترکہ فتویٰ مرتب کیا کہ مرزائیوں کے جشن پر مسلمانوں کا سامانِ چراغاں مہیا کرنا تعاون علیٰ الکفر کے باعث قطعاً حرام اور ناجائز ہے۔ مولانا کی اخلاص بھری کاوش سے گوجرانوالہ کی لائٹ اینڈ ڈیکوریشن کی پارٹیوں نے نہ صرف سامان دینے کے معاہدے منسوخ کیے' بلکہ ایک وفد مرتب کیا اور تمام ایسے شہر جہاں سے مرزائیوں نے سامان کی بکنگ کا معاہدہ کیا تھا' کا دورہ کر کے تمام مسلمان پارٹیوں کو سامان دینے سے روکا' جس پر انہوں نے اپنی دینی حمیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مرزائیوں کو کورا جواب دے دیا۔

(9) مولانا منظور احمد چنیوٹی ان دنوں پنجاب اسمبلی کے ممبر تھے۔ انہوں نے اسمبلی میں اس جشن پر پابندی کے سلسلہ میں آواز بلند کی۔

مرزائیوں نے یہ صورت حال دیکھ کر ربوہ میں جشن کے انتظامات کے علاوہ بھارتی سرحد کے قریب جلو موڑ سے تقریباً تین کلومیٹر آگے ''ہانڈو'' نامی گاؤں میں وسیع قطعہ اراضی لے کر اس پر بلڈوزر اور کرینیں لگا کر پنڈال بنایا۔ ٹیوب ویل بور کیے' پانی کے پائپ بچھائے اور متبادل انتظام کی مکمل تیاری کی۔ عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت لاہور کے امیر الحاج بلند اختر نظامی کو ایک خط کے ذریعہ اس کی اطلاع ہوئی۔ مرزائیوں کی اس سازش پر عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت خواجہ خان محمد صاحب نے اخبارات کو بیان جاری کیا' جو روزنامہ ''جنگ'' لاہور کے صفحہ اول پر مورخہ 17 مارچ 1989ء کو شائع ہوا۔ عالمی مجلس نے لاہور کے کمشنر' ڈی-سی اور ہوم سیکرٹری پنجاب کو ٹیلی گرام دیئے۔ یوں قادیانی کفر نے مسلمانوں کو الجھانے کے لیے ربوہ کے علاوہ دوسرا محاذ بھی کھول دیا۔

لاہور کے قریب اس سازش کی اخبارات میں خبر آتے ہی مولانا عبدالتواب صدیقی نے باغبانپورہ سے داروغہ والا تک 22 مارچ کو لانگ مارچ کا اعلان کر دیا۔

جمعیت علماء اسلام کے نائب امیر محترم مولانا قاری محمد اجمل خان' مولانا محمد اجمل قادری اور جامع مسجد وزیر خاں لاہور کے خطیب مولانا خلیل احمد قادری سرگرم عمل ہو گئے۔ قائد

جمعیت مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے وفاقی حکومت کی سربراہ بیگم زرداری کو اس طرف متوجہ کیا۔ وفاقی وزیر داخلہ اعتزاز احسن' وفاقی وزیر مذہبی امور سردار بہادر خان اسے صوبائی مسئلہ کہہ کر فارغ ہو گئے۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب نے 20 مارچ کو اسلام آباد میں مرکزی مجلسِ عمل تحفظِ ختم نبوت کا اجلاس جامع مسجد دارالسلام میں طلب کر لیا۔ اسلام آباد میں عالمی مجلس کے مبلغ مولانا عبدالرؤف' مولانا قاری محمد امین' مولانا محمد رمضان علویؒ اور مولانا محمد عبداللہ اراکین شوریٰ شب و روز ایک کر کے اسے کامیاب بنانے پر لگ گئے۔

18 مارچ کی شام کو ڈی-سی اور ایس-پی جھنگ ربوہ گئے' جہاں عالمی مجلس کے رہنما مولانا محمد اشرف ہمدانی' صاحبزادہ طارق محمود' مولانا فقیر محمد اور مولانا خدا بخش نے ان سے ملاقات کر کے سارے ملک کی صورت حال سے ان کو باخبر کیا۔ صوبائی حکومت عالمی مجلس' مرکزی مجلسِ عمل' اسلامیانِ پاکستان اور تمام مکاتبِ فکر کے رہنماؤں میں بڑھتی ہوئی بے چینی کو دیکھ رہی تھی۔

20 مارچ کو اسلام آباد میں مجلسِ عمل کا اجلاس منعقد ہوا۔ اسلام آباد' راولپنڈی کے تمام علماء کرام' جماعت اسلامی' جمعیت علمائے اسلام' جمعیت اہل حدیث' جمعیت علمائے پاکستان اور منہاج القرآن' غرضیکہ تمام مکاتب فکر اور دینی جماعتوں کے پچاس نمائندگان نے شرکت کی۔ مولانا سید چراغ الدین نے مولانا سمیع الحق صاحب سے ہسپتال جا کر ملاقات کی۔ انہوں نے بتایا کہ میری عیادت کے لیے وزیر اعلیٰ پنجاب جناب محمد نواز شریف آ رہے ہیں۔ ان سے میں دوٹوک بات کروں گا۔ وفاقی وزارتِ داخلہ و مذہبی امور کے نمائندگان عجیب ذہنی کیفیت اور دوغلی پالیسی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔

مجلسِ عمل کے اجلاس میں فیصلہ ہوا کہ مولانا زاہد الراشدی آئی-جے-آئی کی جماعت کا وفد لے کر ہوم سیکرٹری پنجاب کو ملیں۔ اتحاد العلماء کے مولانا محمد عبدالمالک نے حضرت امیر مرکزیہ کے نام قاضی حسین احمد صاحب کا پیغام پہنچایا کہ اس جدوجہد میں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ یہی پیغام ڈاکٹر طاہر القادری کی طرف سے ان کے نمائندے لائے۔

صوبائی حکومت آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل کی کارروائی سے لمحہ بہ لمحہ آگاہی حاصل کر رہی تھی۔ پورے صوبہ کی صورت حال ان کے سامنے تھی۔ مجلس عمل کا یہ فیصلہ کہ اگر مرزائی جشن بند نہ ہوا تو 23 مارچ کو پورے ملک کا رخ ربوہ کی طرف ہوگا۔ اس فیصلہ کی اطلاع ملتے ہیں لاہور میں ہوم سیکرٹری نے مجلسِ عمل کے نمائندگان کو بلایا اور اسی وقت 20 مارچ کو ڈی-سی اور ایس-

پی جھنگ ربوہ گئے اور عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت کے رہنما مولانا محمد اشرف ہمدانی' صاحبزادہ طارق محمود اور مولانا فقیر محمد' ربوہ اور چنیوٹ کے رفقاء سمیت ان افسران سے ملے اور پنجاب حکومت کی ہدایت پر ڈی-سی جھنگ نے قادیانی جشن پر مکمل پابندی کا اعلان کر دیا۔ مولانا فقیر محمد صاحب قادیانیوں کے تمام پروگراموں سے باخبر تھے۔ انہوں نے ان کی تفصیل ڈی-سی کو بتائی۔ انہوں نے تمام پروگراموں کو منسوخ کرنے کا آرڈر جاری کر دیا۔

20 مارچ کی رات کو راولپنڈی راجہ بازار میں ختم نبوت کانفرنس ہوئی۔ اس سے قبل ریڈیو کے ذریعہ پنجاب گورنمنٹ کی طرف سے ''جشن'' پر پابندی کا اعلان ہو چکا تھا۔ کانفرنس سے فارغ ہوتے ہی حضرت الامیر مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم گوجرانوالہ' فیصل آباد کے راستہ ربوہ روانہ ہوئے۔ صوفی ریاض الحسن گنگوہی اور دوسرے رفقاء فیصل آباد سے آپ کے ہمراہ ہو گئے۔ 23 مارچ کو آپ نے اپنی آنکھوں سے ربوہ میں مرزائی سازش کی ناکامی کا منظر دیکھا اور خدا کے حضور سجدۂ شکر بجا لائے۔ اس مختصر دورہ کے بعد آپ خانقاہ عالیہ تشریف لے گئے۔

یوں ایک بار پھر کفر ہار گیا اور اسلام اور مسلمان جیت گئے۔ فالحمدللہ: ربوہ کی طرح ''ہانڈو'' گاؤں میں بھی پابندی عائد کر دی گئی۔ لاہور پولیس نے سب سامان اٹھوا دیا۔ مرزائی' مرزا قادیانی کو ماننے کے گناہ سمیت جلسہ کا سامان سروں پر رکھ کر دوڑے۔ پورے پنجاب میں مرزائیوں کے جشن پر پابندی لگ چکی تھی۔ بلوچستان اور سرحد کے مسلمانوں کے سامنے بھی مرزائیوں کی سازش کامیاب نہ ہو سکی۔ البتہ سندھ میں جہاں خالصتاً پیپلز پارٹی کی حکومت تھی' بعض مقامات پر مرزائیوں نے پروگرام کیے مگر انتہائی رازداری سے' بزدلانہ طریقہ پر چھپ کر الحمدللہ' یوں 23 مارچ کا سورج مرزائیت کی رسوائی کا سامان لے کر طلوع ہوا۔ فالحمدللہ۔

مرزائیوں نے اس پابندی کے خلاف ہائیکورٹ میں رٹ دائر کر دی۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ کے حکم ''پابندی جشن'' کو چیلنج کیا گیا۔ لاہور ہائیکورٹ کے عزت مآب جسٹس خلیل الرحمٰن صاحب' دامت برکاتہم کے ہاں کیس لگا۔

ہائیکورٹ کے قابل احترام جج نے مرزائیوں کو کہا کہ اب جشن کا وقت گزر گیا ہے' اب یہ رٹ بعد از وقت ہے۔ مگر مرزائی مصر تھے کہ نہیں جناب' فیصلہ ہونا چاہیے کہ یہ پابندی جائز تھی یا ناجائز۔

مرزائیوں کی طرف سے اصرار پر عدالت میں کارروائی شروع ہوئی۔ مرزائیوں کے وکیل مرزا قادیانی کی جھوٹی نبوت کا پنڈورہ بکس لے کر آئے۔ ادھر پنجاب گورنمنٹ کی طرف

سے رحمت عالم ﷺ کی عزت و ناموس کے تحفظ کی سعادت و وکالت کے لیے قدرت نے جناب مقبول الٰہی ایڈووکیٹ جنرل پنجاب اور اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل پنجاب نذیر احمد غازی صاحب کو منتخب فرمایا۔ جناب محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ اور جناب عبدالرشید قریشی ایڈووکیٹ بھی مرزائیت کے مقابلہ میں خم ٹھونک کر میدان میں آ گئے۔ اس موقع پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو اللہ رب العزت نے پھر توفیق بخشی۔ ملتان مرکز سے مرزائیت کی کتابوں کا سیٹ لے کر شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا' لاہور کے حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی اور سندھ سے مولانا احمد میاں حمادی پہنچ گئے۔ اللہ رب العزت جزائے خیر دے' لاہور کے رفقاء کرام جناب محمد متین خالد' جناب طاہر رزاق' جناب سید محمد صدیق شاہ' سید منظور الحسن شاہ' جناب محمد صابر شاکر اور ننکانہ صاحب کے مہر محمد اسلم ناصر ایڈووکیٹ' قدیر شہزاد' چوہدری محمد اختر اور دوسرے رفقاء کو کہ وہ ہر روز عدالتی کارروائی میں دیوانہ وار دلچسپی لیتے رہے۔ پاکستان کے نامور عالم دین علامہ خالد محمود صاحب نے بھی دن رات ایک کر دیا۔

مرزائیوں کے جواب الجواب کا جب مرحلہ آیا تو قدرت نے جناب نذیر احمد غازی صاحب اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل کو توفیق دی۔ ان کے رفقاء و متوسلین جناب پروفیسر سید قمر علی زیدی' جناب پروفیسر ملک خالق داد' جناب مسعود ایڈووکیٹ اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ محترم مولانا اللہ وسایا اور محترم مولانا محمد اسماعیل صاحب نے پوری رات جاگ کر جواب الجواب تیار کیا۔ غازی نذیر احمد عدالت میں پیش ہوئے اور گھنٹوں دلائل و براہین کے ساتھ نپے تلے انداز میں مرزائیوں کا جواب الجواب دیا تو عدالت میں سناٹا چھا گیا۔ مرزائیت پر اوس پڑ گئی۔ ان کے چہرے ان کے دلوں کی طرح سیاہ ہو گئے اور مورخہ 22 مئی 1991ء کو سماعت مکمل ہو گئی۔ عالی جناب عزت مآب جسٹس خلیل الرحمٰن صاحب نے مورخہ 17 ستمبر 1991ء کو فیصلہ سنایا۔ یہ فیصلہ ایمان پرور بھی ہے' حقائق افروز بھی۔ اس فیصلہ سے ایک بار پھر لاہور ہائیکورٹ کے عزت و وقار میں مزید در مزید اضافہ ہوا۔ فیصلہ کا ایک ایک حرف قدرت کی طرف سے مرزائیت کی رگِ جان کے لیے نشتر ہے۔ پڑھئے' سر دھنئے اور اپنے ایمان کو تازہ کیجئے۔ تائید رحمتِ حق اور شفاعتِ محمد ﷺ آپ لوگوں کے ساتھ ہو۔ بندۂ عاجز آپ کے لیے دعا گو بھی ہے اور دعا جو بھی۔ آخر میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے جملہ رفقاء' آل پارٹیز مجلس عمل کے تمام نمائندگان' تمام دینی جماعتوں اور تمام مکاتب فکر کے رہنماؤں کو اس پر مبارک باد پیش کرنے کی

سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں' اس کے علاوہ جناب عنایت اللہ رشیدی صاحب' محمود صادق صاحب اور واحد علی صاحب اور گرافو ورڈ کمپوزنگ کے جاوید بٹ صاحب' ارشد غوری صاحب' محمد یاسین صاحب اور کامران پراسس کے سعید صاحب بھی خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں' جن کے تعاون سے یہ فیصلہ شائع ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ ہماری اس آزمائش میں جس شخص نے جتنا حصہ ڈالا' وہ اسی قدر مبارک باد اور شکریہ کا مستحق ہے۔

طالب دعا

عزیز الرحمٰن
خادم عالمی مجلسِ تحفظ ختم نبوت
دفتر مرکزیہ' ملتان
30 دسمبر 1991

❀-❀-❀

لاہور ہائی کورٹ لاہور

(ابتدائی کوائف)

عنوان مقدمہ.......... مرزا خورشید احمد و دیگر بنام حکومت پنجاب
مقدمہ نمبر.......... رٹ پٹیشن نمبر 2089 لغایت 1989ء
فریقِ اول.......... مرزا خورشید احمد و دیگر

اپیلانٹ

فریقِ ثانی.......... حکومت پنجاب وغیرہ

مسئول الیہان

فریقِ اول کے وکلاء .... سی اے رحمان' مبشر لطیف احمد

اور مجیب الرحمان ایڈووکیٹ

فریقِ دوم کے وکلاء.......... مقبول الٰہی ملک' ایڈووکیٹ جنرل

ان کے معاونین این اے غازی' اے اے جی

ارشاد اللہ خان اور مسعود احمد خان ایڈووکیٹ

دیوانی متفرق...... درخواست نمبر 5377 لغایت 1989ء کی پیروی محمد اسماعیل قریشی

اور

دیوانی متفرق...... درخواست نمبر 2049 لغایت 1991ء میں رشید مرتضٰی قریشی پیش ہوئے۔

تاریخ ہائے سماعت:۔ 21,20,19,18,15,14,13,12,11,7,6 اور 22 مئی

1991ء

فیصلہ کا اعلان...... مورخہ 17 ستمبر 1991ء کو کیا گیا۔

فیصلہ

جسٹس خلیل الرحمٰن

1- یہ رٹ پٹیشن سائلان مرزا خورشید اور حکیم خورشید احمد کی طرف سے دائر کی گئی جو احمدیہ برادری کے ارکان اور اس کی مرکزی و مقامی تنظیم کے عہدیداران ہونے کے دعویدار ہیں۔ اس آئینی درخواست میں اس امر کا فیصلہ کرنے کی استدعا کی گئی تھی کہ پنجاب کے ہوم سیکرٹری نے مورخہ 20 مارچ 1989ء کو قادیانیوں کے صد سالہ جشن کی تقریبات پر پابندی کی بابت جو حکم صادر کیا نیز جھنگ کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی طرف سے مورخہ 21 مارچ 89ء کو زیر دفعہ 144 مجموعہ ضابطہ فوجداری جو حکم جاری کیا گیا جس کی رُو سے ضلع جھنگ کے قادیانیوں کو ایسی سرگرمیوں سے باز رہنے کی ہدایت کی گئی جو مذکورہ بالا حکم میں مذکور تھیں' بعد ازاں ربوہ کے ریذیڈنٹ مجسٹریٹ نے 25 مارچ 1989ء کو ایک حکم کے ذریعے احمدیہ جماعت ربوہ کے عہدیداران کو خبردار اور ہدایت کی کہ وہ شہر ربوہ میں لگائے گئے آرائشی گیٹ ہٹا دیں۔ جھنڈے اور چراغاں کے لیے لگائی گئی روشنی کی تار اُتار لیں اور اس امر کی یقین دہانی کرائیں کہ دیواروں پر مزید اشتہار نہ لکھے جائیں گے۔ نیز یہ کہ 21 مارچ 89ء کو جاری کیے گئے حکم کی میعاد میں تا حکم ثانی توسیع کر دی گئی ہے۔ یہ تمام اقدامات خلاف قانون و باطل ہیں اور ان کی کوئی قانونی حیثیت نہیں' انہیں کالعدم قرار دیا جائے۔ یہ استدعا بھی کی گئی کہ مسئول الیہان کو اس امر کی ہدایت کی جائے کہ وہ سائلان کو ان واضح بنیادی و اساسی حقوق کے استعمال سے نہ روکیں جو سائلان کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کے آرٹیکل 20 کی رُو سے حاصل ہیں۔

2- مذکورہ بالا احکام و ہدایات جاری کرنے کی استدعا اس دعویٰ پر مبنی ہے کہ احمدیہ جماعت کو جس کا قیام 23 مارچ 1889ء کو عمل میں آیا تھا' قائم ہوئے سو سال ہو گئے ہیں۔ جماعت کی تشکیل کے 100 برس پورے ہونے پر دنیا بھر کے دوسرے احمدیوں کی طرح ربوہ کے

احمدیوں نے بھی 23 مارچ 1989ء سے صد سالہ جشن کی تقریبات منانے کا فیصلہ کیا۔ ان تقریبات کو شایانِ شان طریقہ سے منانے کے لیے سائلان اور ربوہ کے دیگر شہریوں نے نئے ملبوسات زیب تن کرنے' بچوں میں مٹھائیاں بانٹنے' محتاجوں کو کھانا کھلانے اور بغرض اجلاس جمع ہونے کا پروگرام بنایا تاکہ جلسہ عام میں احمدیہ جماعت کی 100 سالہ تاریخ کے اہم واقعات پر روشنی ڈالی جائے۔ مزید التجا کی گئی کہ اگر کوئی احمدی اور ان کے جانشینوں کے مقام و مرتبہ کے بارے میں یا افریقہ اور دوسرے ممالک میں ان کی تبلیغی مساعی کے بارے میں اپنے بچوں کو کچھ بتاتے تو ممکن ہے اس سے بعض متشدد اور متعصب لوگوں کے جذبات مجروح ہوں۔ گذارش کی گئی کہ قادیانیوں کو (جو خود کو احمدی کہتے ہیں) صد سالہ سالگرہ منانے سے روکنے کا کوئی قانونی جواز نہیں' ایسا کرنا ان کا بنیادی اور فطری حق ہے' کیونکہ یہ موقع ان کی تاریخ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ مزید دعویٰ کیا گیا کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے حکم میں کہیں مذکور نہیں کہ اس کے یقین کے مطابق اگر احمدیوں نے حسب پروگرام ربوہ میں صد سالہ جشن کی تقریبات منعقد کیں تو شہر میں نقصِ امن یا فرقہ وارانہ فسادات کے پھوٹ پڑنے کا خطرہ ہے۔

3- درخواست میں جو دیگر موقف اختیار کیے گئے' وہ یہ ہیں کہ ربوہ کی غالب اکثریت احمدیوں پر مشتمل ہے' وہ گاہ بگاہ ایک دوسرے کی خوشی و غمی میں شریک ہوتے رہتے ہیں۔ اس لیے دفعہ 144 ض ف کے تحت جو کارروائی کی گئی' اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ مذکورہ بالا دلیل کی بنیاد پر دعویٰ کیا گیا کہ اس موقع پر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو چاہیے تھا کہ احمدیوں کو جشن منانے سے باز رہنے کی ہدایت کرنے کے بجائے دوسروں کو خبردار کرتا کہ وہ ان تقریبات میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالیں' کیونکہ احمدیوں کو کسی ایسی سرگرمی سے نہیں روکا جاسکتا' جس کی ممانعت قانون میں نہ کی گئی ہو۔ مزید عرض کیا گیا کہ صوبائی حکومت یہ حکم جاری کرنے کی بجائے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو یہ ہدایت کرنی چاہیے تھی کہ ان متشدد عناصر کو' جو پاکستان میں احمدیوں کا وجود تک برداشت کرنے کو تیار نہیں' اور انہیں مرتد کہتے ہیں' احمدیوں کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈہ کرنے سے باز رکھا جائے اور ان کی تقریبات میں مخل ہونے سے روکا جائے۔ یہ گذارش بھی کی گئی کہ شہریوں کے حقوق کو محض اس بناء پر پامال کرنا قرینِ انصاف نہیں کہ چند متشدد یا بااثر افراد کی طرف سے گڑبڑ کا اندیشہ ہے۔ مزید عرض کیا گیا کہ احمدی 23 مارچ 1989ء کو نیز سال بھر کے دوران وقتاً فوقتاً جمع ہو کر جلسے کرنا چاہتے تھے جن میں اظہارِ تشکر کی خصوصی دعائیں کرنا' اللہ تعالیٰ کے ان احسانات اور نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا' جن سے گذشتہ صدی کے دوران انہیں نوازا گیا۔ بچوں اور نوجوانوں کو احمدیت کی راہ میں ان کے آباء واجداد کے ایثار و قربانی اور اس سلسلے میں ان پر عائد کی گئی پابندیوں اور

نوجوانوں کو ان کے فرائض سے آگاہ کرنا مقصود تھا۔

4- زور دے کر یہ بات کہی گئی کہ ایسے جلسے منعقد کرنا اور دیگر افعال انجام دینا' جن کا پروگرام بنایا گیا تھا' احمدیہ برادری کے ہر رکن کا آئینی حق ہے۔ اس لیے حکومت کو ان کے انعقاد کو یقینی اور محفوظ بنانا چاہیے تھے۔ اس حق سے کسی کو اس بناء پر محروم نہیں کیا جا سکتا تھا کہ بعض اشخاص نے احتجاج ومزاحمت کی دھمکی دی تھی۔ فاضل وکیل نے دلیل پیش کی کہ اگرچہ 21 مارچ 1989ء کا حکم 25 مارچ 89ء کو زائد المیعاد ہو گیا اور اس حقیقت کے باوجود کہ اس میں توسیع نہیں کی گئی' ریذیڈنٹ مجسٹریٹ ربوہ نے غیر قانونی طور پر 25 مارچ 89ء کا حکم جاری کر دیا' جس میں متنازعہ فیہ ہدایات درج تھیں۔

سائلان نے قادیانی گروپ' لاہوری گروپ اور احمدیوں کی غیر اسلامی سرگرمیوں پر (پابندی اور ممانعت) کے آرڈیننس 1984ء (1984ء کا 20 واں) کے احکام کے تحت مجموعہ تعزیرات پاکستان میں داخل کی گئی۔ نئی دفعہ 298 سی کی وجہ جواز کو بھی اس بناء پر چیلنج کیا کہ اس سے دستور پاکستان کے آرٹیکل نمبر 20 میں دیئے گئے بنیادی حق کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ مذکورہ آرٹیکل کے تحت ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کرنے کا حق دیا گیا ہے' بہر حال بحث کے دوران فاضل وکیل نے اس نکتہ پر یہ کہتے ہوئے زور نہیں دیا کہ یہ مسئلہ پہلے ہی سپریم کورٹ میں زیر سماعت ہے اور وہ اس کا فیصلہ ہونے تک انتظار کرنے کو تیار ہیں۔ یہ بات قابلِ غور ہے کہ سائلان کی طرف سے پیش ہونے والے تینوں وکلاء قادیانیوں کے عقیدہ کی ''تبلیغ کے حق'' پر یقین نہیں رکھتے کیونکہ انہوں نے اپنے استدلال اور موقف کو مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کرنے کے حق تک محدود ومقید رکھا۔

5- مقدمہ کے قانونی پہلوؤں پر دلائل پیش کرتے ہوئے مسٹر سی-اے- رحمان نے گذارش کی کہ قادیانیوں پر زیادہ سے زیادہ یہ پابندی لگائی جا سکتی تھی کہ وہ دوسرے لوگوں سے اپنے عقیدہ کی تبلیغ نہ کریں' لیکن انہیں عام جلسوں میں رسول اکرمؐ کی حیات طیبہ اور دوسرے مذہبی موضوعات پر تقاریر کرنے سے نہیں روکا جا سکتا تھا۔ انہوں نے مزید کہا کہ ان تقاریر میں قادیانی جو حوالے دیتے' ان کی تعبیر وتشریح ان کی کتب میں مذکور نقطہ نظر کے مطابق کی جاتی۔ حقیقت میں نہ تو پبلک تقاریب منعقد کرنی تھیں' نہ جلوس نکالے جانے تھے' نہ کوئی پمفلٹ تقسیم ہونے تھے' نہ ہی بینرز لگانے کا پروگرام بنایا گیا تھا۔ اس استدلال کی بناء پر انہوں نے عرض کیا کہ مذکورہ بالا طریقے سے ایسی تقریبات کے انعقاد کو روکا نہیں جا سکتا تھا کیونکہ دستور کے آرٹیکل 16' 19 اور 20 کے تحت ہر شہری اور برادری کو اس حق کی ضمانت دی گئی ہے کہ وہ اپنے مذہب کی پیروی اور

اس پر عمل کرسکتا ہے۔ نیز اپنی برادری کے بچوں یا افراد میں اپنے عقیدہ یا افکار کی تبلیغ کرسکتا ہے۔ انہوں نے مزید عرض کیا کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے حکم میں جو متنازعہ فیہ ہدایات درج تھیں انہیں ایک ایک کر کے پرکھا جائے یا اجتماعی طور پر جائزہ لیا جائے۔ ان سے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ ان ہدایات کے ذریعے جو مقصد حاصل کرنے کی کوشش کی گئی' وہ بھی بنیادی حقوق سے متصادم تھا' اگرچہ جشن کا سال گزر گیا ہے۔ تاہم ان کی درخواست غیر موثر نہیں ہوئی کیونکہ اس میں جس حق کا مطالبہ کیا گیا ہے' وہ روزمرہ کے معمولات میں سے ہے اور اگر مذہب کی پیروی نیز اس پر عمل کرنے کے حق کی وسعت اور اس کی حدود کا تعین کردیا جائے تو یہ چیز احمدیوں کے ساتھ ساتھ دوسرے شہریوں کو بھی درست لائحہ عمل اختیار کرنے کی ترغیب دے گی۔

6- فاضل وکیل نے مزید عرض کیا کہ جن امور کی شکایت کی گئی ہے۔ اگرچہ ان امور کی عام جلسہ اور عام مقامات پر انجام دہی کے حق سے انکار نہیں کیا جاسکتا' تاہم ان میں سے کوئی ایک کام بھی جائے عام پر کرنے کا پروگرام نہیں تھا۔ انہوں نے وضاحت سے بتایا کہ نہ تو کوئی ایسا پروگرام بنایا گیا تھا' نہ ہی ایسی تقاریر کرنے کا ارادہ تھا جس سے ملکی قانون کی خلاف ورزی ہوتی۔ اندریں حالات ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کا یہ کہنا مسلمانوں کی توہین کرنا ہے کہ ان تقریبات کے انعقاد پر مسلمان احتجاج اور برہمی کا اظہار کرتے یا اس سے امن عامہ میں خلل پڑتا۔ اگر مذکورہ بالا امور کی بجا آوری کے موقع پر' جو بصورتِ دیگر قانوناً درست تھے' نقص امن کا اندیشہ تھا تو اس اندیشہ کو دُور کرنے کی تدابیر اختیار کرنی چاہیے تھیں تاکہ قادیانیوں کو ان سے باز رہنے کی ہدایت کی جاتی۔ اپنے استدلال کی حمایت میں انہوں نے رامنا دضامن دیواستھانام تحصیلدار بنام کدار میراامباتم (اے آئی آر 1932 مدراس 294) متعلق بہ سری کانت آئر (اے آئی آر 1937ء مدراس 311) نیز مسماۃ جسودہ لکھراج بنام ایمپرر (اے آئی آر 1939ء سندھ 167) کا حوالہ دیا۔

7- آگے بڑھنے سے پیشتر ایک درخواست (دیوانی متفرق درخوست نمبر 5377 بابت 1989ء) پر ایک نظر ڈالنا مناسب ہوگا جو فریق مقدمہ بنائے جانے کی خاطر مولانا منظور احمد چنیوٹی کی طرف سے داخل کی گئی تھی تاکہ عدالت کے سامنے مسلمانوں کا نقطہ نظر بھی پیش کیا جاسکے کیونکہ دنیا کے مسلمان آنحضرتؐ کی قطعی اور غیر مشروط ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک مرزا قادیانی بانی جماعت احمدیہ ایک مرتد و مکار شخص تھا۔ درخواست گزار نے گذارش کی کہ وہ اس مقدمہ کا ایک لازمی فریق ہے کیونکہ اس نے بین الاقوامی ختم نبوت مشن کے عہدیدار کی حیثیت سے احمدیوں کی متذکرہ بالا سرگرمیوں کا نوٹس لیتے ہوئے' جن سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کی خلاف ورزی کا خدشہ اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات کے بھڑکنے کا امکان

تھا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے نمائندہ مندوبین کی معیت میں حکومت پنجاب سے رابطہ قائم کیا۔ قادیانی جشن کے پروگرام کی بابت اپنی گہری تشویش واضطراب سے آگاہ کرتے ہوئے مطالبہ کیا تھا کہ ان تقریبات پر فوراً پابندی لگائی جائے' ورنہ ملک گیر سطح پر شدید ہنگامے شروع ہو جائیں گے یہ کہ حکومت پنجاب نے ان کے مطالبہ پر ہمدردانہ غور کرتے ہوئے سالگرہ کی تقریبات پر پابندی لگانے کا فیصلہ کیا تھا۔ یہ درخوست 18 دسمبر 1989ء کو زیر سماعت آئی۔ اس موقع پر سائلان کے فاضل وکلاء نے تجویز کیا کہ درخواست دہندہ کو اس سلسلہ میں بیان حلفی داخل کرنا چاہیے اور یہ کہ فریق مقدمہ بنائے جانے کی درخواست پر اصل درخواست کے ساتھ غور کر لیا جائے۔ درخواست دہندہ کو بیان حلفی داخل کرنے کی اجازت دے دی گئی اور اس کی درخواست مع اصل پٹیشن کی سماعت کے لیے تاریخ سماعت مقرر کر دی گئی۔

8- فریق مقدمہ بنائے جانے کی ایسی ہی درخواست عبدالناصر گل نامی شخص کی طرف سے دی گئی تھی جو عیسائیت سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ اس استدلال پر مبنی تھی کہ عیسائیت کے خلاف مرزا قادیانی کی تقاریر اور اس کا لٹریچر تمام عیسائیوں کے نزدیک قابلِ مذمت اور نفرت انگیز ہے۔ درخواست دہندہ کے فاضل وکیل نے وضاحت سے بتایا کہ ان تقریبات کی مسلمہ غرض و غایت جماعت احمدیہ کی 100 سالہ تاریخ کا اعادہ کرنا تھا' جس میں جماعت کی تحریروں اور لٹریچر سے حوالے لازماً دیئے جاتے جن میں حضرت عیسیٰؑ اور عیسائیت کی بابت انتہائی قابل اعتراض اور توہین آمیز ریمارکس شامل ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ مرزا قادیانی نے مسیح موعود (وہ مسیح جن کی دوبارہ آمد کی بشارت دی گئی ہے) ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور اس کے پیرو اسے مسیح موعود مانتے ہیں۔ اس لیے عیسائیوں کے عقائد اور حضرت عیسیٰؑ کی عزت و ناموس کی حفاظت کے لیے ایسے لغو دعویٰ کی تردید و تکذیب ضروری تھی۔ ان کی تحریروں میں حضرت عیسیٰ کے خلاف ملامت آمیز مواد نیز ان کے جلسوں اور تقریبات میں متوقع حملے عیسائی برادری کے غیظ و غضب کا موجب بنتے۔ اس سے احمدیوں اور عیسائیوں کے مابین دشمنی و نفرت میں اضافہ ہوتا اور نقضِ امن کی سنگین صورتحال پیدا ہو جاتی۔

9- سائلان کے فاضل وکلا نے ہر دو درخواستوں کی مخالفت کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ ان دونوں درخواستوں کو مزید دلائل سنے بغیر خارج کر دیا جائے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ اس نکتہ پر اس وقت زور دیا گیا جب فاضل وکلا میں سے ایک اپنے دلائل مکمل کر چکے تھے اور فاضل ایڈووکیٹ جنرل کے دلائل کا آغاز ہو چکا تھا۔ اس درخواست کو 13 مئی 1991ء کو صادر کردہ حکم کی رُو سے نمٹایا گیا' جس میں کہا گیا تھا کہ:

''اس مرحلہ پر فاضل وکیل سی اے رحمان نے بتایا کہ فریق مقدمہ بنائے جانے کی درخواست (سی ایم 89/5377) کا تصفیہ معاملہ کی مزید سماعت کرنے سے پہلے کر دیا جائے۔ یاد رہے کہ پٹیشن کی حمایت میں وہ اپنے دلائل پہلے ہی مکمل کر چکے ہیں۔ مسٹر مبشر لطیف احمد نے اپنے دلائل ختم کر لیے ہیں۔ اب مسئول الیہ اور درخواست گزار کو جواب دینا ہے۔''

علاوہ بریں 18 دسمبر 1989ء کے حکم میں کہا تھا کہ ''درخواست دہندہ نے فریقِ مقدمہ بنائے جانے کی یہ درخواست مسئول الیہ کی حیثیت سے دی ہے۔ اس کی ایک نقل سائلان کے فاضل وکیل کو فراہم کر دی گئی ہے۔ انہوں نے تجویز کیا کہ درخواست دہندہ کو چاہیے کہ وہ اس سلسلے میں بیان حلفی داخل کرے' نیز یہ کہ اس کی درخواست کی سماعت پٹیشن کے ساتھ کی جائے۔ درخواست گزار کے فاضل وکیل نے تجویز سے اتفاق کیا کہ تحریری بیان داخل ہو لینے دیا جائے اور اس درخواست نیز اصل پٹیشن پر دلائل کا آغاز 27 جنوری 1990ء سے کیا جائے۔

اندریں حالات اس مرحلہ پر فریق مقدمہ بنائے جانے کی درخواست پیش کرنا دراصل کارروائی کو طول دینے کا ایک حربہ ہے جس سے پٹیشن میں اٹھایا گیا اصل معاملہ کھٹائی میں پڑ جائے گا۔ پس اس معاملہ کا فیصلہ اصل پٹیشن کے ساتھ کیا جائے گا جیسا کہ خود فاضل وکیل نے تجویز کیا ہے' مسئول الیہان اور دوسرے اپنے دلائل شروع کر سکتے ہیں۔''

10- جہاں تک درخواست گزاروں کے بطور مسئول الیہان فریقِ مقدمہ بنائے جانے کا تعلق ہے' یہ بات قابل غور ہے۔ ابتدا میں فاضل وکیل کو جیسا کہ محسوس ہوتا ہے' درخواست کی سماعت پر کوئی اعتراض نہیں تھا کیونکہ انہوں نے خود ہی تجویز پیش کی تھی کہ درخواست گزار کو پہلے تحریری بیان داخل کرنے کا موقع دیا جائے۔ درخواست گزار نے عام مسلمانوں کی نمائندگی کرتے ہوئے قادیانیوں کے خیالات کی مخالفت اور صد سالہ جشن کی تقریبات پر زبردست احتجاج کیا تھا' جس کی بناء پر صوبائی حکومت نے ان تقریبات پر پابندی عائد کر دی تھی اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے زیر بحث امتناعی احکام جاری کیے تھے۔ درخواست گزار کا موقف یہ تھا کہ سماعت کے دورانِ ان کا موجود ہونا ضروری ہے تاکہ وہ یہ ثابت کر سکے کہ اندرون ملک قادیانیوں کا عام اجتماعات میں مذہبی موضوعات پر قادیانیت کے پردہ میں تبلیغ کرنا ازروئے قانون ممنوع اور جرم ہے۔ عیسائی درخواست گزار کے فاضل وکیل نے بھی ایسا ہی موقف اختیار کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ قادیانیوں کی طرف سے مذہبی موضوعات پر بحث مباحثہ اندیشہ نقصِ امن پر منتج ہوتا کیونکہ ان کے افکار و تعلیمات نہ صرف مسلمانوں بلکہ عیسائیوں کے بھی مذہبی جذبات کو مشتعل کرنے والی ثابت ہوتی۔ یہ بات قابل غور ہے کہ صد سالہ سالگرہ کا سال

گزر جانے کے باوجود اس درخواست پر اس لیے زور دیا جا رہا ہے کہ ان کے افکار و خیالات کی تبلیغ کے لیے مذہبی اجتماعات منعقد کرنے کے حق کا تعین کرنا ضروری ہے' کیونکہ ایسا کرنا ممبران جماعت احمدیہ کے روزمرہ معمولات کا ایک حصہ ہے اور اس میں شک نہیں کہ روزمرہ معمولات کا حصہ ہونے کی بناء پر اس کا تعلق مسلمانوں' عیسائیوں اور دوسرے تمام شہریوں سے ہے۔ اس لیے وہ اس پٹیشن کے خلاف سنے جانے کے حقدار ہیں۔ چنانچہ دونوں درخواستیں برائے سماعت منظور کی جاتی ہیں اور درخواست گزاروں کو بطور مسئول الیہ مقدمہ کا فریق بنانے کی اجازت دی جاتی ہے۔ اس طرح یہ دونوں درخواستیں نمٹا دی گئیں۔

11- اب دوسری درخواست کو لیتے ہیں۔ سی ایم 2051/91 اس وقت داخل کی گئی جب سائلان کے فاضل وکیل مسٹر سی-اے- رحمان نے اپنے دلائل مکمل کر لیے تھے' اور مولانا منظور احمد چنیوٹی کے فاضل وکیل مسٹر اسماعیل قریشی نیز فاضل ایڈووکیٹ جنرل فریقِ مخالف کے وکیل کے پیش کردہ مباحث کے جواب میں کچھ معروضات پیش کر چکے تھے۔ فاضل ایڈووکیٹ جنرل نے بحث شروع کرنے سے پہلے ایک فہرست داخل کی جو ظاہر کرتی تھی کہ وہ مرزا قادیانی کے افکار کو کس کس موضوع کے تحت زیر بحث لائیں گے جیسا کہ وہ خیالات مرزا صاحب کی کتابوں میں موجود ہیں' جنہیں صد سالہ جشن کی تقریبات میں دہرایا جانا تھا۔ انہوں نے واضح کیا کہ مرزا صاحب اور ان کے حواریوں کی یہ تحریریں جن کی نشاندہی عدالت میں پیش کردہ درخواست میں کی گئی ہے' نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے مذہبی محسوسات کو مشتعل و مجروح کرنے والی ہیں جو روز اول سے ان افکار و نگارشات کی مخالفت کرتے چلے آ رہے ہیں۔ گذشتہ 100 برسوں کے دوران انہوں نے مرزا صاحب کے کذب و افترٰی کو طشت از بام کرنے کے لیے قدم قدم پر قربانیاں دی ہیں۔ عام اجتماعات میں ایسے افکار کا تذکرہ و اعادہ نہ صرف ارتکابِ جرم کے مترادف ہوتا بلکہ مسلمانوں میں وسیع پیمانہ پر شدید غم و غصہ کو ابھارنے کا سبب بنتا۔ اور اس سے نقص امن کو خطرہ لاحق ہونا ناگزیر ہو جاتا۔ انہوں نے وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ جشن کی تقریبات منعقد کرنے' جماعت احمدیہ کی تاریخ کو دہرانے' مرزا صاحب کے مقام و حیثیت کو اجاگر کرنے اور اس کی تعلیمات کو عام کرنے سے امن و امان کی صورتحال پر جو اثرات مرتب ہوتے انہیں تاریخی پیش منظر میں دیکھنا چاہیے' جس میں احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا دستوری فیصلہ بھی شامل ہے۔ تاہم فاضل ایڈووکیٹ جنرل یا دوسرے وکلاء کی طرف سے مذکورہ بالا موضوعات کو زیر بحث لانے سے قبل ہی سائلان نے اس امر کی درخواست (CM.2051-91) پیش کر دی کہ پٹیشن میں محض ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے حکم کی قانونی

حیثیت کو چیلنج کیا گیا ہے اور یہ استدعا کی گئی ہے کہ 21 اور 25 مارچ 1989ء کے حکم کو کالعدم ٹھہراتے ہوئے مسئول الیہان کو ہدایت کی جائے کہ وہ سائلان کے بنیادی حق کے استعمال میں رکاوٹ نہ ڈالیں۔ لیکن 8 مئی 1991ء کو اپنے دلائل کے دوران فاضل ایڈووکیٹ جنرل نے اعتقادی اختلافات اور مذہبی مباحث چھیڑ دیئے۔ اپنی گذارشات میں جب انہوں نے سائلان کے ساتھ بعض عقائد منسوب کیے تو انہوں نے ان عقائد کو غلط فہمی پر مبنی قرار دیتے ہوئے مسترد کر دیا۔ درخواست کی تائید میں ایک حلفیہ بیان داخل کیا گیا جس میں کہا گیا تھا کہ قانونی مسائل کے تصفیہ میں عقیدہ و مسلک کی بات کرنا سراسر غیر متعلقہ اور خارج از بحث معاملہ ہے کیونکہ مذہبی بحث ومناظرہ کے لیے عدالت ہذا موزوں فورم نہیں ہے۔ رٹ پٹیشن میں کسی مذہبی عقیدہ کا فیصلہ یا اس کی بابت اعلان کرنے کی استدعا نہیں کی گئی' نہ ہی عدالت کو اس بارے میں اختیار حاصل ہے۔ یہاں فریقِ مخالف نے سائلان کے عقیدہ کی بابت غلط فہمی اور لاعلمی پر مبنی غلط دعویٰ کیے ہیں۔ اس سے جماعت احمدیہ کے خلاف نفرت وعداوت پھیلنے کا امکان ہے۔ عدالت میں جن الزامات کی تکرار کی گئی' وہ قومی اخبارات میں شائع کر دیئے گئے اور ان کی زبردست تشہیر دیکھنے میں آئی جس میں ان کے عقیدہ کو توہین آمیز طریقہ سے غلط رنگ میں پیش کیا گیا' مسئول الیہان عدالت ہذا کو احمدیہ برادری کی ذلت ورسوائی کا سامان بہم پہنچانے اور ان کے خلاف بغض ونفرت پھیلانے کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ اس موقف کی بنیاد پر استدعا کی گئی کہ بحث کو صرف قانونی مسائل تک محدود ومقید کیا جائے اور اس امر کی ہدایت جاری کی جائے کہ پریس میں طرفین کی درست' یکساں اور مساوی کوریج کو یقینی بنایا جائے۔ اس درخواست پر مسٹر مبشر لطیف احمد نے دلائل پیش کیے۔ انہوں نے گذارش کی کہ اس درخواست کا فیصلہ فاضل ایڈووکیٹ جنرل اور مسئول الیہان کے وکلاء کو دلائل شروع کرنے کی اجازت دینے سے پہلے کر دیا جائے۔

فاضل ایڈووکیٹ جنرل نے اپنے دلائل میں قادیانی برادری کی ان تصنیفات کی نشاندہی کی' جن کے حوالے سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر ان کتابوں میں درج افکار و نظریات کا کھلے بندوں پرچار کرنے کی اجازت دے دی جاتی تو وہ تعزیرات پاکستان اور قانون کے تحت ارتکاب جرم کے مترادف ہوتی اور یہ چیز مسلمانوں کی بھاری اکثریت والے ملک میں ان کے مذہبی جذبات کو برانگیختہ کرنے کا موجب ہوتی اور فرقہ وارانہ فسادات کو ہوا دیتی۔ انہوں نے مزید کہا کہ عائد کردہ پابندی خود ان کے اپنے مفاد میں ہے' کیونکہ پبلک میں ان کے رویہ و عمل کا نتیجہ باہمی تصادم کی صورت میں نکلتا' جس سے خود ان کی سلامتی خطرے میں پڑ جاتی۔ انہوں نے وضاحت سے بتایا کہ سائلان اپنی پٹیشن میں خود کہہ چکے ہیں کہ ان اجتماعات میں

مذہبی موضوعات بشمول رسول اکرمؐ کی سیرت پاک اور مرزا صاحب کے حالات زندگی کے بارے میں تقاریر ہونی تھیں' اب وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اعتقادی اختلافات اور مذہبی مباحث پر گفتگو کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ انہوں نے مزید کہا کہ بانی جماعت احمدیہ اور اس کے حواریوں کی تعلیمات وتحریرات کی اشتعال انگیزی کو عریاں کرنا اعتقادی اختلافات کو چھیڑنا نہیں' بلکہ اس تباہ کن تاثر کو اجاگر کرنا مقصود تھا جو ان افکار وتعلیمات کے پرچار سے امن عامہ کی صورتحال پر مرتب ہوئے۔ یہ کہنا غلط ہے کہ ایسا کر کے وہ مذہبی عقیدہ سے متعلق سوالات حل کرانا چاہتے ہیں' حقیقت یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کے اراکین اپنے مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کرنے میں مکمل طور پر آزاد ہیں۔ ان کا مذہب اچھا ہے یا برا' ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں' تاہم جب وہ اپنے عقیدہ پر اس طرح عمل کرنا چاہیں جو دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرے یا ان کے مذہبی جذبات کو برانگیختہ کرے' تو خواہ وہ ہوں یا کوئی اور' ملکی قانون کی نظر میں جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔ اس لیے ان کی کتابوں کے ان مذہبی موضوعات سے عدالت کو آگاہ کرنا میرا حق ہے جو مذہبی احساسات کو برافروختہ کرنے والے ہیں اور ان کی نشرواشاعت ارتکاب جرم کے مترادف ہے۔ اور زیر دفعہ 144 احتیاطی تدابیر بروئے کار لانے کا جواز فراہم کرتے ہیں۔

12- سائلان کی رٹ میں جو اعتراض کیا گیا' اسے ان وجوہات کی بناء پر مسترد کر دیا گیا...... جنہیں بعدازاں قلمبند کیا جائے گا۔ فریقین کے فاضل وکلاء کو بتایا گیا کہ وہ یہ بات ثابت کرنے کے لیے مرزا صاحب اور اس کے حواریوں کی تعلیمات وافکار کے حوالے دے سکتے ہیں جیسا کہ وہ ان کی اصل تصانیف میں موجود ہیں کہ آیا وہ تحریریں مسلمانوں اور عیسائیوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرنے والی ہیں یا نہیں؟ نیز وہ زیر دفعہ 144 کارروائی اور حکومت پنجاب کی طرف سے صد سالہ تقریبات پر لگائی گئی پابندی کا جواز فراہم کرتی ہیں یا نہیں؟ مذکورہ بالا حکم کی وجوہات ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

13- سائلان کے فاضل وکیل مسٹر مبشر لطیف احمد نے اس دلیل کی تائید میں مجموعہ ضابطہ دیوانی کی دفعہ 9 کے حوالے سے کہا کہ عدالتیں مذہب سے متعلق تنازعات یا ایسے سوال کا فیصلہ کرنے کی مجاز نہیں کہ آیا کسی شخص کا مذہب اچھا ہے یا برا؟ نہ ہی انہیں اعتقادی اختلافات یا مذہبی مباحث کو نمٹانے کا اختیار حاصل ہے' جبکہ یہاں احمدیہ جماعت کی طرف سے مذہب کی تبلیغ کرنے کے حق کے بارے میں کوئی دعویٰ زیر بحث نہیں' نہ ہی اس کا فیصلہ کرنے کی استدعا کی گئی ہے۔ یہ دلیل جس انداز میں پیش کی گئی ہے اس سے معاملہ کی وہ صورتحال سامنے نہیں آتی جیسی کہ رٹ میں ظاہر کی گئی ہے یا عدالت کے روبرو سوال اٹھایا گیا ہے۔

دراصل یہ درخواست اصل مسئلہ کو نگاہوں سے اوجھل کرنے کا ایک حربہ ہے۔ سائلان کا کیس یہ ہے کہ ان اجتماعات میں منجملہ دیگر امور کے' رسول اکرمؐ کی سیرت پاک وارشادات اور ان کے بارے میں مذہبی موضوعات پر اظہار خیال کیا جانا تھا۔ انہوں نے سوال کیا کہ ایسے مباحث پر خواہ انہیں احمدی نقطہ نظر سے کیوں نہ پیش کیا جاتا' کیسے پابندی لگائی جاسکتی ہے؟ فاضل وکیل کے مطابق ان تقریبات میں تمام کام قانون کے دائرہ میں کیے جانے تھے۔ مسئول الیہان کے بقول ان پر دو دلائل کے بطلان کے لیے بانی جماعت احمدیہ کی اصل' مستند اور معروف ومسلمہ کتابوں میں درج افکار و تعلیمات کا حوالہ دینا ضروری تھا۔ یہ بالکل غلط ہے کہ وہ محض چند متشدد لوگ تھے جن کی طرف سے ناموافق ردعمل کا اظہار کیا جاتا یا امن وامان کا مسئلہ پیدا ہوتا۔ احمدیہ مذہب کی پوری تاریخ اور برصغیر کے مسلمانوں کی طرف سے اس کی جوشدید مخالفت کی گئی' وہ ظاہر کرتی ہے کہ وہ محض مٹھی بھر متعصب آدمی نہیں جو ان کی مزاحمت پر کمربستہ ہیں بلکہ عامتہ المسلمین قادیانیوں کے افکار ونظریات کو اپنے مذہب اور مذہبی جذبات کی توہین کرنے والا سمجھتے ہیں۔ ان کی کتابوں سے حوالے دینے کا مقصد یہ تھا کہ ان پہلوؤں کو نمایاں کیا جائے اور اوپر نقل کردہ دونوں دلیلوں کا توڑ کیا جائے۔ اس سے یہ ثابت کرنا ہرگز مطلوب نہیں کہ سائلان کا مذہب اچھا ہے یا برا' یا یہ کہ وہ اپنے مذہب کی پیروی یا اس پر عمل کرنے کے مجاز نہیں' نہ ہی اعتقادی اختلافات کا حل تلاش کرنے کی غرض سے مذہبی بحث چھیڑنا مقصود تھا۔ قادیانیوں کے ساتھ مذہبی بحث ومناظرہ میں پڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' کیونکہ مرزا صاحب نے جس قسم کے مذہب کی تلقین وتبلیغ کی اور قادیانی جس مذہب کے پیروکار اور وفادار ہیں' رسول اکرمؐ کے زمانے سے لے کر اب تک تمام ممالک کے مسلمان اسے اسلام کے اساسی نکات کے خلاف گستاخانہ توہین آمیز' اشتعال انگیز' گمراہ کن اور بے ادبی پر مبنی سمجھتے آئے ہیں۔ وہ تمام مسلمان جو اسلام اور ختم نبوت کے مابین قائم رشتہ وتعلق میں کسی مداخلت کے روادار نہیں' مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت سے سخت برگشتہ ہیں اور اسے یکسر مسترد کرتے ہیں۔ قادیانیوں کے نزدیک غیر قادیانی یا غیر احمدی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اس طرح انہوں نے اپنی علیحدہ امت بنائی ہے جو امت مسلمہ کا حصہ نہیں' یہ چیز خود ان کے طرز عمل اور عقائد سے ثابت ہے' وہ خود کو مسلمانوں کو اپنی ملت سے خارج گردانتے ہیں۔ احمدی لوگ حکومت برطانیہ کے زیر سایہ خود مسلمان ظاہر کر سکتے تھے اب ایسا نہیں کر سکتے' کیونکہ مسلمانوں کے نزدیک مرزا قادیانی امتِ مسلمہ میں انتشار وتفریق پیدا کر کے انگریزوں کے مفادات کے لیے کام کرتا رہا تھا۔ امتِ مسلمہ کے اتحاد و یک جہتی کے متعلق اسلامی معاشرہ کے عظیم اصحاب فضل وکمال کی آراء کا نچوڑ یہ ہے کہ ''یہ امت محض عقیدہ ختم نبوت

کی بدولت انتشار سے محفوظ ہے۔'' انہوں نے مزید کہا۔ اگر کسی قوم کی یک جہتی کو خطرہ لاحق ہو جائے تو اس کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ جاتا کہ وہ انتشار و تفریق پیدا کرنے والی قوتوں کے خلاف اپنا دفاع کرے اور حفاظتِ خود اختیاری کا طریقہ اس کے سوا اور کونسا ہوسکتا ہے کہ متنازعہ تحریروں اور ایسے شخص کے دعاوی کی تردید و تکذیب کی جائے جسے مورث قوم ایک مذہبی زمانہ ساز اور عیار سمجھتی ہے؟ کیا ایسی صورت میں اس مورث قوم کو جس کی یک جہتی معرض خطرہ میں پڑ چکی ہو تحمل و رواداری کی تلقین کرنا اور باغی گروپ کو بلا خوف و خطر اپنا پروپیگنڈہ جاری رکھنے کی اجازت دینا قرین انصاف ہوسکتا ہے؟ جبکہ وہ پروپیگنڈہ مورث قوم کے نزدیک انتہائی غلیظ و بیہودہ ہو۔''

(Thoughts and Reflections of Iqbal P-253)

مسلمانوں اور احمدیوں کے مابین کوئی نقطہ اشتراک نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں کا ایمان ہے کہ نبوت و رسالت رسول اکرمؐ پر ختم ہوگئی۔ اس کے برعکس احمدی مرزا صاحب کو نیا نبی مانتے ہیں۔ یہ بات قابل غور ہے کہ احمدی زیر اعتراض افکار یا استدلال کی جو وضاحت پیش کرتے ہیں کہ ان افکار کی تعبیر و تشریح ایک مخصوص طریقہ سے کی جانی چاہیے۔ اور انہیں ایک خاص زاویہ نظر سے دیکھا جانا چاہیے تاکہ انہیں اسلامی احکام کے موافق بنایا جاسکے۔ ان کی گہرائی میں اترنے کی ضرورت نہیں۔ ایسا کیا جائے تو اعتقادی اختلافات کو ہوا دینے کا الزام لگ جاتا ہے۔ دوسرے ان وضاحتوں' جوازات اور عبارات کو امت مسلمہ کب کا مسترد کر چکی ہے۔ پس اس دعویٰ میں کوئی وزن نہیں کہ ان افکار و خیالات سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس لگنے کا کوئی احتمال نہیں۔ یہ استدلال کہ اگر کسی شخص یا جماعتِ اشخاص کا عقیدہ زیر بحث ہو تو اس عقیدہ کی بابت مذکورہ بالا شخص یا اشخاص کے اختیار کردہ موقف یا پوزیشن کو اس گروپ میں مروجہ مفہوم کے حوالہ سے اس کی تصدیق کرنا لازم ہوتا ہے اور یہ کہ انفرادی مخصوص خیال یا رائے کو اس شخص یا اشخاص کے موقف یا نقطہ نظر کے طور پر قبول نہیں کیا جاسکتا۔ بیان کی حد تک تو بڑا اچھا لگتا ہے تاہم یہ استدلال زیر بحث صورتحال پر منطبق نہیں ہوتا کیونکہ مسئلہ کسی خیال یا عقیدہ کو ذاتی طور پر اپنانے کا نہیں' بلکہ اس کی اعلانیہ تبلیغ و پرچار کرنے یا ایسے طریقہ سے اس کی پیروی کرنے کا ہے' جس میں تشہیر و اشاعت کو نمایاں دخل ہو' علاوہ ازیں ان عبارات و افکار کی جو وضاحتیں اور جواز پیش کیا جاتا ہے' مسئول الیہان ان پر نہیں جاتے' وہ واقعاتی پوزیشن کو ہی تسلیم کرتے ہیں۔ اگر ان کی رائے میں معقول وجوہ موجود ہوں تو وہ متعلقہ قانون کے احکام (دفعہ 144 ض ف) کے تحت کارروائی کر گزرتے ہیں۔ یاد رہے اس مرحلہ پر سائلان کے فاضل وکیل نے کتابوں کی فوٹو

سٹیٹ نقول پیش کرنے پر یہ کہہ کر اعتراض کیا کہ جن کتابوں سے یہ اقتباسات لیے گئے ہیں' وہ کتابیں پیش کی جانی چاہیے تھیں۔ جب مسئول الیہان نے اصل کتابیں پیش کر دیں تو فاضل وکیل سے کہا گیا' اگر وہ چاہیں تو ایسی کتب کی ایک فہرست دے دیں جنہیں اقتباسات کے سلسلہ میں وہ دیکھنا چاہتے ہیں' نہ کبھی وہ فہرست داخل کی گئی نہ ہی زبانی طور پر ایسی اغلاط وعبارات کی نشاندہی کی گئی۔ اس کے برعکس مسٹر مجیب الرحمٰن جنہوں نے اس پہلو پر مقدمہ کی پیروی کی' یہ ذمہ داری سائلان پر ڈال دی' انہوں نے خود کو اس کے پیش کرنے کا پابند نہیں سمجھا۔

14- سائلان کے فاضل وکلاء نے مجموعہ ضابطہ دیوانی کی دفعہ 9 کا جو حوالہ دیا ہے' وہ غیر متعلق اور بے محل ہے۔ یہ دفعہ دیوانی عدالتوں کے اس عمومی اختیارِ سماعت سے بحث کرتی ہے جس کے تحت وہ دیوانی نوعیت کے مقدمات کی سماعت کرتی ہیں۔ اس کے اختتام پر جو ''تشریح'' درج ہے اس میں کہا گیا ہے کہ ایسے مقدمات جن میں مذہبی رسوم یا تقریبات سے متعلق مسائل شامل ہوں' محض دیوانی نوعیت کے مقدمے نہیں ہوتے' جب تک ان سوالات سے کوئی مالکانہ حق یا حصولِ منصب کا حق پیوستہ نہ ہو۔ عدالت کے سامنے ایسا کوئی سوال نہیں اٹھایا گیا۔ یہ ایسی رٹ پٹیشن ہے جو دستور کے آرٹیکل 199 کے تحت عدالتِ ہٰذا کو حاصل غیر معمولی آئینی اختیار سماعت سے دادرسی کی خواہاں ہے۔ اس رٹ میں دستور میں شامل بنیادی حقوق کے حوالہ سے وہ احکام و ہدایات جاری کرنے کی استدعا کی گئی ہے۔ اس میں کسی مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کرنے کے حق میں مدد لی گئی جبکہ مذہب اور افکار وخیالات کی تبلیغ کرنے کے حق سے مدد نہیں مانگی گئی' نہ ہی اس پر زور دیا گیا۔ بلکہ قصداً اپنے دلائل اس حد تک محدود رکھے۔ اس سیاق وسباق میں مسئول الیہان نے ان دلائل کا جواب دینے کی ضرورت محسوس کی اور یہ ثابت کرنا چاہا کہ اگرچہ یہاں تبلیغ مذہب کا حق زیر بحث نہیں' تاہم جو موقف اختیار کیا گیا' جو دلائل پیش کیے گئے اور جس دادرسی کی استدعا کی گئی' اگر وہ عطا کر دی جاتی تو اس کا نتیجہ لازماً یہ نکلتا کہ قادیانی مذہب اور زیر اعتراض افکار ونظریات کی اعلانیہ یا پوشیدہ بے خوف وخطر تبلیغ یقینی بن جاتی۔ پس جو سوالات اٹھائے گئے ہیں' ان پر کسی دیوانی عدالت میں زیر دفعہ ضابطہ دیوانی زور نہیں دیا جا رہا ہے۔ اس مرحلے پر یہ واضح کرنا مناسب ہوگا کہ سائلان کے فاضل وکلاء نے عرض کیا تھا کہ زیر بحث مسئلہ صد سالہ جشن کا سال گزر جانے کے باوجود ایک جیتا جاگتا مسئلہ ہے۔ اگر ان کے حسب پروگرام تقریبات منانے کا مطالبہ مان لیا جائے اور عدالت کی طرف سے اس بارے میں حکم صادر کر دیا جائے تو وہ ان تقریبات کو اب بھی منعقد کر سکتے ہیں۔ اس لیے عدالت کو مذکورہ بالا سیاق وسباق میں اٹھائے گئے سوالات کا تجزیہ کرنا پڑا۔ فاضل وکلا کو مکمل آزادی دی گئی کہ وہ جتنی دیر چاہیں

دعاوی اور دلائل پیش کریں۔ بشرطیکہ وہ مذکورہ سیاق وسباق سے متعلقہ ہوں' ان سے باہر نہ ہوں ۔البتہ ان افکار وخیالات اور وضاحتوں کے اخلاقی پہلو کی بابت جو ان زیر بحث افکار کے جواز کو ثابت کرنے کی غرض سے کیے گئے' ان کی اجازت نہیں دی گئی۔ کیونکہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور صوبائی حکومت کو ان جوازات میں جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ یہ وضاحت کہ پچھلی پوری صدی کے دوران مسلمانوں نے مرزا صاحب کے عقائد اور تعلیمات کو غلط سمجھا یا انہیں غلط معنے پہنائے اور اب ان کی تصحیح کی جاسکتی ہے' معاملہ کی موجودہ صورتحال کے سیاق وسباق میں ایک غیر متعلقہ ہے۔ یہاں یہ بتانا مناسب ہوگا کہ یہ ساری وضاحتیں اور جوازات مع زیر اعتراض افکار مجیب الرحمٰن بنام وفاق پاکستان (پی ایل ڈی 1985ء ایف ایس سی 8) نامی مقدمہ میں پیش کی جاچکی ہیں' جن پر وفاقی شرعی عدالت نے پوری طرح غور وخوض کیا اور اپنے فیصلہ میں ان کی بابت اپنی رائے کا اظہار کیا۔ یہ فیصل شدہ اور مسلمہ معاملہ ہے۔ عدالت ہذا بھی اسے تسلیم کرنے کی پابند ہے۔ مذکورہ بالا عدالت نے اپنے فیصلہ کے صفحہ 82 پر درج ذیل رائے کا اظہار کیا تھا:

''پس یہ بات شک وشبہ کے ادنٰی شائبہ کے بغیر ثابت ہو چکی ہے' جیسا کہ سر ظفر اللہ خان نے کہا تھا: ''یا تو پاکستان میں رہنے والی اکثریت کے لوگ کافر ہیں یا پھر قادیانی کافر ہیں۔'' جس کے معنے یہ ہوئے کہ یہ دونوں ملتیں ایک نہیں ہوسکتیں اور مسلمان وقادیانی ایک امت کے فرد نہیں بن سکتے۔ دونوں کے مابین کوئی نقطہ اشتراک واتحاد نہیں' کیونکہ مسلمان ختم نبوت پر غیر مشروط ایمان رکھتے ہیں جبکہ قادیانی اس کے قائل نہیں' وہ مسلمانوں کے برعکس مرزا صاحب کو ایک نیا نبی مانتے ہیں......

اس سے ظاہر ہوا کہ یہ دونوں ایک ہی امت سے تعلق نہیں رکھتے۔ اس سوال کو حل نہیں کیا گیا کہ دونوں گروہوں میں سے کون سا اصل مسلمان ہے کیونکہ برطانوی ہند میں اس کا فیصلہ کرنے کے لیے کوئی فورم موجود نہیں تھا۔ تاہم ایک اسلامی ریاست میں جہاں اس مسئلہ کو طے کرنے والے ادارے موجود ہیں' اسے حل کرنے میں کوئی دشواری نہیں۔ مجلسِ دستور ساز کے علاوہ وفاقی شرعی عدالت بھی اسے حل کرنے کی قانوناً مجاز ہے۔

پس ثابت ہوا کہ مسلمان اور احمدی دو الگ اور جداگانہ وجود ہیں۔ جماعت احمدیہ اور اس کے بانی کی کتب سے حوالے پیش کرنا اور دونوں علیحدہ وجداگانہ ملتوں میں امتیاز وتفریق کے لیے بلکہ زیر بحث احکام وہدایات جاری کرنے کی ضرورت' جواز کو ثابت کرنے کے لیے بھی ضروری ہے۔ ان وجوہات کی بناء پر متفرق درخواست (سی۔ایم۔89ء۔2049) خارج کی جاتی ہے۔

15 ...... اب اس متنازعہ فیہ مسئلہ پٹیشن کے متنازعہ معاملہ کو میرٹ پر جانچنے کا مرحلہ آ گیا ہے۔ سائلان نے اپنی رٹ میں حسب ذیل کو چیلنج کیا ہے یعنی:

(1) صوبائی حکومت کی طرف سے 20 مارچ 89ء کو صادر کردہ حکم' جس کی رو سے صد سالہ جشن کی ان تقریبات پر پابندی لگائی گئی' جن کا اعلان اور تشہیر احمدیہ برادری کی مقامی تنظیم کے عہدیداران نے کی تھی۔

(2) جھنگ کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی طرف سے مورخہ 21 مارچ 1989ء کو زیر دفعہ 144 جاری کردہ حکم اور

(3) ربوہ کے ریذیڈنٹ مجسٹریٹ کی طرف سے 25 مارچ 1989ء کو جاری کیا گیا حکم مذکورہ بالا احکام کو منجملہ دیگر امور کے' ان وجوہات کی بناء پر چیلنج کیا گیا تھا کہ عائد کردہ پابندی آئین کے آرٹیکل 20 میں ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کرنے کے بنیادی حق کی ضمانت دی گئی ہے' یہ پابندی اس حق کو پامال کرتی ہے۔ نیز ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ نے زیر دفعہ 144 جو حکم جاری کیا تھا' وہ خلاف قانون 'ناجائز' بے موقع اور دخل در معقولات کے مترادف ہے۔ چونکہ رٹ میں اصل حملہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ و ریذیڈنٹ مجسٹریٹ کے احکام پر کیا گیا تھا' اس لیے بغرضِ حوالہ اور استفادہ دونوں حکم ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں۔

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے 21 مارچ 89ء کو جو حکم جاری کیا' اس میں کہا گیا تھا:

''چونکہ مجھ پر واضح اور عیاں کیا گیا ہے کہ ضلع جھنگ کے قادیانی 23 مارچ 1989ء کو قادیانیت کے صد سالہ جشن کی تقریبات منعقد کرنے والے ہیں' جس کے لیے انہوں نے عمارتوں پر چراغاں' مکانوں کی سجاوٹ' آرائشی دروازوں کی تیاری' جلوسوں کا اہتمام' جلسوں کے انعقاد پمفلٹوں کی تقسیم' دیواروں پر پوسٹروں کی چسپائی' مٹھائیوں کی تقسیم' خصوصی کھانوں کا انتظام' بیجوں' جھنڈیوں اور جھنڈوں کی نمائش وغیرہ کا بندوبست کر لیا ہے۔ مسلمانوں کی طرف سے اس پر شدید اعتراضات و احتجاج کا سلسلہ جاری ہے اور اس سے عام لوگوں کے امن و امان اور سکون و اطمینان میں خلل پڑنے کا قوی امکان ہے' جس سے انسانی جان و مال کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے اور چونکہ حکومت پنجاب کے ہوم ڈیپارٹمنٹ نے مورخہ 20 مارچ 89ء کو ٹیلی پرنٹر پیغام نمبر 7-1-H-SPL-111/88 کے ذریعے ان تقریبات پر پورے پنجاب میں پابندی لگانے کا فیصلہ کیا ہے۔

اور چونکہ مجموعہ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 298 سی میں کہا گیا ہے کہ قادیانی گروپ کا

کوئی شخص جو خود کو اعلانیہ یا بصورت مسلمان ظاہر کرے' کہلائے یا اپنا مذہب اسلام بتائے' اپنے مذہب کی دوسروں میں تبلیغ کرے' یا انہیں زبانی یا تحریری طور پر اسے قبول کرنے کی دعوت دے' یا کوئی اور طریقہ' خواہ کوئی بھی ہو' بروئے کار لائے جس سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات مشتعل ہوتے ہوں' وہ موجب تعزیر ہوگا۔

اور چونکہ میری رائے میں نیز حکومت پنجاب کے فیصلہ اور مجموعہ تعزیرات پاکستان کے احکام کا تقاضا بھی یہی ہے کہ فوری روک تھام مناسب ہوگی اور دفعہ 144 کے تحت کارروائی کی معقول وجوہ موجود ہیں اور ذیل میں درج کی گئی ہدایات' انسانی جان و مال کو لاحق خطرہ' نیز امنِ عامہ اور سکون واطمینان میں پڑنے والے خلل کی روک تھام کے لیے ضروری ہیں۔ اس لیے اب میں چوہدری محمد سلیم ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ ضابطہ فوجداری 1898ء کی دفعہ 144 کے تحت حاصل شدہ اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے ضلع جھنگ میں بسنے والے قادیانیوں کو مندرجہ ذیل سرگرمیوں سے باز رہنے کی ہدایت کرتا ہوں۔

(1) عمارتوں اور احاطوں پر چراغاں۔

(2) آرائشی گیٹ لگانا۔

(3) جلوسوں اور جلسوں کا انعقاد۔

(4) لاؤڈ سپیکر یا میگا فون کا استعمال۔

(5) نعرے بازی۔

(6) بیجوں' جھنڈوں اور جھنڈیوں کی نمائش۔

(7) پمفلٹوں کی تقسیم' دیواروں پر پوسٹروں کی چسپائی' نیز دیواروں پر اشتہاروں کی لکھائی۔

(8) مٹھائیوں اور اشیائے خورد ونوش کی تقسیم۔

(9) کوئی اور سرگرمی جو براہ راست یا بالواسطہ طور پر مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل یا مجروح کرے' یہ حکم فوری طور پر نافذ ہوگا اور دو ماہ تک موثر رہے گا۔

اس حکم کی میعاد ختم ہو جانے کے باوجود ہر کام جو کیا جائے' ہر قدم جو اٹھایا جائے' ہر فعل جو انجام دیا جائے' ہر فرض یا ذمہ داری جو عائد کی جائے' تعزیر یا سزا یا زیر التوا تفتیش' تحقیقات یا کارروائی' تفویض کردہ اختیاراتِ سماعت یا اختیارات' درجہ اول کے مجسٹریٹوں کی عدالت میں خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف ہونے والی تازہ کارروائی اور اس حکم کی تنقید کے دوران ارتکاب کردہ جرائم پر دی گئی سزا جاری رہے گی یا شروع رہے گی اور یہ تصور کیا جائے گا' گویا یہ حکم

زاید المیعاد نہیں ہوا۔ اس حکم کی ڈھول بجا کر' سرکاری جریدہ میں شائع کر کے ضلع کی عدالتوں' ایس۔ پی جھنگ' اسسٹنٹ کمشنر' تحصیل دار کے دفاتر' میونسپل اور ٹاؤن کمیٹی' نیز ضلع کے تمام تھانوں میں نوٹس بورڈز پر چسپاں کر کے وسیع پیمانہ پر تشہیر کی جائے گی۔

''آج مورخہ 21 مارچ 1989ء کو میرے دستخطوں اور عدالت کی مہر کے ساتھ جاری کیا گیا۔''

16 ...... ریذیڈنٹ مجسٹریٹ ربوہ نے 25 مارچ کو حسب ذیل حکم جاری کیا تھا۔

''ابھی ابھی اسسٹنٹ کمشنر چنیوٹ نے بذریعہ ٹیلی فون اطلاع دی ہے کہ نوٹیفکیشن نمبر 1905 مورخہ 21 مارچ 1989ء میں مزید توسیع کر دی گئی ہے اور یہ پابندی تاحکم ثانی جاری رہے گی۔ نیز انہوں نے یہ ہدایت بھی کی ہے کہ ناظر امورِ عامہ' صدر عمومی جماعت احمدیہ ربوہ اور دیگر اکابرین کو اس ضمن میں مطلع کیا جائے اور انہیں ہدایت کی جائے کہ وہ ہر قسمی دروازے' بینرز' چراغاں کے متعلق بجلی کی تاروں وغیرہ کو اتار دیں اور اس امر کی تسلی کریں کہ دیواروں پر مزید عبارت ہرگز نہ لکھی جائے۔

مورخہ 25-3-89

ان احکامات کے اجرا کا واقعاتی پس منظر یہ تھا کہ صد سالہ جشن کی تقریبات کی بابت اعلان' احمدیہ جماعت کی مقامی تنظیم کے عہدیداروں کی طرف سے اخباروں میں کیا جا چکا تھا۔ احمدیوں کے بارے میں سال 1989ء کے دوران جو قانونی پوزیشن بتائی گئی' وہ یہ تھی کہ 1974ء کی دستوری ترمیم کے ذریعے انہیں غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے اور اس حقیقت کے باوجود کہ اگرچہ احمدی زبانی طور پر یہ اقرار کرتے ہیں کہ ملک کا دستور دوسرے شہریوں کی طرح ان کے لیے بھی واجب التعمیل ہے' تاہم وہ خود کو مسلمان کہلانے' اپنے مذہب کو اسلام ظاہر کرنے اور ان القابات کو جو خالصتاً رسول اکرم ﷺ اہل بیتؓ اور صحابہ کرامؓ کے لیے مخصوص ہیں' مرزا قادیانی اور اس کے خاندان کے افراد کے لیے استعمال پر اصرار کرتے ہیں' اس لیے 1984ء میں احمدیوں کو وہ کچھ کہلانے سے' جو کچھ وہ نہیں ہیں' باز رکھنے کے لیے آرڈیننس نمبر 20 نافذ کیا گیا۔ انہیں اس امر کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ خود کو مسلمان ظاہر کر کے امتِ مسلمہ کو دھوکہ دے سکیں۔ آئینی ترمیم پر عملدرآمد کے لیے مخصوص القابات کے استعمال پر پابندی کا حکم بھی جاری کیا گیا تاکہ قادیانی خود کو واضح طور پر یا کنایتاً مسلمان ظاہر نہ کر سکیں۔ مزید برآں مجیب الرحمان (سپرا) کے مقدمہ میں وفاقی شرعی عدالت یہ قرار دے چکی ہے کہ دستور کا آرٹیکل 260 (3) قادیانیوں کو آئین و قانون کی اغراض کے لیے غیر مسلم قرار دیتا ہے۔ آرٹیکل 20 میں پاکستان

کے شہریوں کے منجملہ دیگر امور یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ اپنے مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کر سکتے ہیں۔ بلاشبہ یہ آرٹیکل آئین کے دیگر مشمولات کے تابع ہے۔ حقیقت میں یہ چیز مسٹر مجیب الرحمٰن نے خود بھی تسلیم کی تھی۔ اس آرٹیکل کو آرٹیکل 260(3) کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو اس سے یہ مطلب بنتا ہے کہ'' قادیانی اس امر کا اقرار کرنے کے مجاز ہیں کہ وہ اللہ کی وحدانیت اور مرزا صاحب کی نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ تاہم اپنے آپ کو مسلمان یا اپنے دین کو اسلام ظاہر نہیں کر سکتے۔'' دستوری فیصلہ اور 1984ء کے آرڈیننس نمبر 20 کے ذریعے پابندی کے نفاذ کی وجوہات مجیب الرحمان سپرا کے مقدمہ میں تفصیل سے بیان کی گئی ہیں' جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے: مرزا صاحب کی طرف سے 1891ء میں مسیح موعود' مہدی' نبی یا رسول اکرم ﷺ کا بروز ہونے کا جو دعویٰ کیا گیا' اس نے عامۃ المسلمین' علمائے کرام اور اربابِ علم و دانش میں ہمیشہ کے لیے یکساں دشمنی' غم وغصہ' ملامت اور اظہارِ ناراضگی پیدا کر دیا۔''

(سیرۃ المھدی...... جلد اول' ص 86 تا 90' جلد دوم' ص 44' 64' 87 اور جلد سوم' ص 94)

خود اس کی زندگی میں مسلمانوں میں بار بار جنم لینے والے انتہائی اشتعال کی یہ ایک جھلک ہے۔ پاکستان کی تخلیق کے بعد 1953ء میں لاہور میں مارشل لاء کا نفاذ' منیر کمیٹی کی تشکیل اور 1974ء کی دستوری ترمیم' سب کے سب مسلمانوں کے زبردست احتجاج' جھنجھلاہٹ' کشیدگی اور کراہت و بیزاری کے آئینہ دار ہیں۔ مجموعہ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 298- سی مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرنے کی ممانعت کرتی ہے اور اس معاملہ میں مسلمانوں کی اس بے چینی' اضطراب اور غم وغصہ کا روشن ثبوت پیش کرتی ہے جسے بالآخر آرڈیننس کے ذریعے ممنوع قرار دیا گیا۔ مزید برآں رپورٹ کے صفحہ نمبر 100 پر کہا گیا ہے:

'' قادیانیوں نے امتِ مسلمہ کے افراد میں بڑی حد تک پنجاب میں تھوڑی بہت کامیابی اس سٹریٹجی کے تحت حاصل کی کہ خود کو مسلمان اور اپنے مذہب کو اصل اسلام ظاہر کیا اور دوسروں کو یقین دلایا کہ احمدی ازم (قادیانیت) کو قبول کرنے کا مطلب اسلام کو ترک کرنا یا اسلام سے کفر کی طرف مراجعت نہیں' انہیں نے لوگوں کو بہکایا کہ اگر وہ بہتر مسلمان بننا چاہتے ہیں تو احمدیت کے سایۂ عاطفت میں آ جائیں۔ اسی غرض کے لیے حسب معمول انہوں نے تعلیم یافتہ مسلمانوں کی دُکھتی رگ یعنی فرقہ بندی سے بیزاری اور علماء کی مذہبی معاملات میں سخت گیری و انتہا پسندی پر ہاتھ رکھا اور انہیں مرزائیت' جسے وہ اسلام میں روشن خیالی کی علمبردار کہتے تھے' کی نام نہاد آغوشِ عافیت کی طرف لانے کی تگ و دو کی۔ ان کی یہ سٹریٹجی اس گندم نما جو فروش تاجر سے

ملتی جلتی تھی جو کسی مشہور و معروف فرم کا نام لے کر اپنا گھٹیا مال فروخت کرتا ہو۔ ان کی حکمتِ عملی ایک حد تک کامیاب رہی۔ اگر قادیانی یہ بات تسلیم کر لیں کہ ان کی تبلیغ' اسلام کے لیے نہیں' ایک دوسرے مذہب کے لیے ہے تو مسلمانوں میں جاہل اور غافل لوگ بھی اپنی متاعِ ایمان کو' بے ایمانی سے بدلنے پر ہرگز آمادہ نہ ہوں' بلکہ اس سے' قادیانیت کے سحر میں اسیر قادیانی بھی چھٹکارا پانے کی فکر کرنے لگیں۔

دوسری اہم وجہ یہ تھی کہ قادیانیوں نے خود کو مسلمان ظاہر کر کے ہر مسلمان کو' جس سے ان کی مڈبھیڑ ہوتی' اپنے مذہب کی دعوت دینے کی کوشش کی۔ وہ مرزا صاحب کو نبی کہہ کر ان کے جذبات مجروح کرتے' کیونکہ ہر مسلمان رسول اکرم (ﷺ) کی ختم نبوت پر ایمان رکھتا ہے' اس لیے یہ بات ان کے غم و غصہ کو بھڑکانے کا سبب بنتی اور نفرت میں اضافہ کرتی۔ اس سے امن و امان کا مسئلہ پیدا ہوتا۔ مرزا صاحب کے دعویٰ مسیح موعود اور مہدی پر بڑی برہمی و خفگی کا اظہار کیا جاتا۔ یہ محض زبانی دعویٰ نہیں' قادیانیت کی تاریخ بلکہ خود مرزا صاحب کی تصانیف سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسے نہ صرف علماء کی طرف سے بلکہ عامۃ المسلمین کی طرف سے بھی زبردست مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔''

17 ...... اس لیے متنازعہ حکم کو مذکورہ بالا تاریخی و قانونی تناظر میں پرکھنا چاہیے۔ اس رٹ میں جس حق پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے' وہ مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کرنے کا حق ہے' جس کی ضمانت دستور کے آرٹیکل 20 میں دی گئی ہے۔ تاہم یہ حق دستور کے دیگر مشمولات' قانون' مصلحتِ عامہ اور اخلاق کے تابع ہے۔ سوال یہ ہے کہ آیا احمدیوں کی تقریبات کا انعقاد ''مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کرنے کے حق'' کی تعبیر و توضیح میں آتا ہے یا نہیں؟ آیا قانون ایسی تقریبات کی ممانعت کرتا ہے؟ آیا ایسے حالات موجود ہیں جو امنِ عامہ قائم رکھنے کے لیے ایسی تقریبات پر پابندی کا تقاضا کرتے ہوں؟ ان سوالات کا جواب جاننے کے لیے اس طریقِ کار کو سمجھنا ضروری ہے' جس طریقے سے ان تقریبات کا انعقاد عمل میں آنا تھا۔

یہ بات قابلِ غور ہے کہ رٹ میں جو موقف اختیار کیا' وہ یہ تھا: ''قادیانی تحریک کی سو سالہ تقریبات کو اعلانیہ طور سے منانا اور پوری صدی کے دوران حاصل ہونے والی کامیابیوں کا تذکرہ کرنا احمدیوں کا آئینی و قانونی حق ہے۔'' جبکہ دلائل کے دوران ان کے وکلاء کا کہنا یہ تھا ''اگرچہ عام جلسے کرنا اور مذہبی موضوعات بشمول سیرتِ نبوی (ﷺ) جس میں مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کا ذکر یقیناً شامل ہے' پر تقاریر کرنا ان کا حق ہے۔ تاہم اس کے لیے نہ تو کوئی پروگرام وضع کیا گیا تھا نہ ہی ایسی تقاریر کرنا ان کا ارادہ تھا' جس سے ملکی قانون کی خلاف ورزی

ہوتی۔'' بظاہر یہ موقف تعزیراتِ پاکستان کی زیر دفعہ 298- اے' 298- بی اور 298- سی کو سامنے رکھتے ہوئے اختیار کیا گیا' حالانکہ اس کی تردید جماعت احمدیہ کی طرف سے شائع کردہ پمفلٹوں' جاری کردہ اشتہارات اور جماعت کے ترجمان روزنامہ ''الفضل'' میں شائع شدہ رپورٹوں اور خبروں سے ہوتی ہے۔ مسٹر سی اے رحمان ایڈووکیٹ نے بڑے وثوق سے یہ بات کہی کہ تقریبات کے تحت جلسہ ہائے عام منعقد کرنے کا کوئی پروگرام نہیں تھا' نہ کوئی آرائشی گیٹ بنائے گئے تھے' جھنڈیوں' بیجوں اور پھریروں کی نمائش کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ جلوس نکالنے کا بھی کوئی منصوبہ زیرِ غور نہیں تھا۔ جبکہ 26 مارچ 1989ء کے قادیانی روزنامہ ''الفضل'' نے اس کے بالکل برعکس کہانی شائع کر کے ڈھول کا پول کھول دیا۔ ''اخبار'' نے لکھا تھا۔

''حکومتی احکامات کی تعمیل میں کوئی آرائشی گیٹ نہیں بنایا گیا' جبکہ اندازاً پچاس سے زائد آرائشی دروازے بنائے جانے تھے' نہ کہیں کوئی بینر آویزاں کیا گیا جبکہ سینکڑوں کی تعداد میں بینر لگانے کا منصوبہ تھا۔ ربوہ میں منگائی گئی پولیس نے 24 احمدی نوجوانوں کو گرفتار کر لیا۔ ان میں سے چار کو دفعہ 144 کی خلاف ورزی کے الزام میں اور بقیہ 20 کو دفعہ 298- سی ت پ نیز دفعہ ض ف 144 کی مشترکہ خلاف ورزی کے الزام میں پکڑا گیا۔ ان پر الزام تھا کہ انہوں نے پٹاخے چلائے' نعرے لگائے' سینوں پر بیج سجائے اور محلوں میں پہرہ دیا۔ چار لڑکوں پر الزام ہے کہ انہوں نے ایسی ٹی شرٹس پہن رکھی تھیں' جن پر "Hundred Years of Truth" (سچائی کے سو سال) لکھا ہوا تھا۔...... اس جشن کی تیاری کا انتظام اس انداز میں کیا گیا تھا کہ اگر اسے آزادی سے منانے دیا جاتا تو دنیا کی تاریخ میں یہ ایک منفرد جشن ہوتا......''

18 ...... فاضل ایڈووکیٹ جنرل کے پیش کردہ مواد سے ظاہر ہوتا ہے کہ جماعت احمدیہ نے یہ جشن کھلے بندوں منانے کا منصوبہ بنایا تھا۔ اس سلسلہ میں جو پروگرام بنایا گیا' اس میں بانی جماعت اور اس کے رفقاء کی تعلیمات و افکار کا اعلانیہ پرچار اور ایسے بینرز کی نمائش شامل تھی جن پر طرح طرح کے نعرے لکھے ہوئے تھے۔ مثال کے طور پر نعرہ تھا۔

"Hundred Years of Truth" (سچائی کے سو برس) یہ نعرہ ان ٹی شرٹس پر بھی لکھا ہوا تھا جو سالگرہ کے لیے بطور خاص سلوائی گئی تھیں۔ بحث کے دوران سائلان کے فاضل وکلاء نے دعویٰ سے کہا کہ ان تقریبات میں احمدیہ کمیونٹی کے ارکان اور ان کے دوستوں نے خصوصی دعوت ناموں کے ذریعے شریک ہونا تھا۔ واقعاتی لحاظ سے ان کا یہ موقف قرینِ صداقت نہیں تھا۔ پس ایڈووکیٹ جنرل یہ کہنے میں حق بجانب تھے کہ صوبائی حکومت اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے امن وامان کے مسئلہ اور نقصِ امن کے اندیشہ کو اس کے صحیح واقعاتی اور قانونی تناظر

میں جانچا' اس لیے اس عدالت کو بھی متنازعہ حکم کا جائزہ اس تناظر میں لینا ہوگا کہ سالگرہ کی تقریبات' پبلک میٹنگز کی شکل میں منعقد ہونی تھیں' جس میں صرف اراکین جماعت اوران کے دوست ہی شرکت نہ کرتے بلکہ بہت سے دوسرے لوگ بھی غیرارادی طور پر ان اجتماعات میں شریک ہوجاتے۔

19 ......سائلوں کے فاضل وکلاء کی دوسری دلیل یہ تھی کہ نہ تو کوئی پروگرام تیار کیا گیا تھا نہ ہی کسی ایسی تقریر کا ارادہ کیا گیا تھا' جس سے ملکی قانون پامال ہوتا۔ ان کے بقول گزشتہ صدی (1889ء تا 1989ء) کے واقعات کو دہرانے' بانی جماعت اوراس کے رفقاء کے خیالات وافکار' جیسا کہ ان کی تالیفات میں مذکورہ ہیں' کا اعادہ کرنے سے ملک کے کسی قانون کی پامالی کا خطرہ نہیں تھا۔ ان مقاصد کے لیے منعقد ہونے والے جشن پر پابندی لگانے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ اس کے برعکس مسئول الیہان کا کہنا ہے کہ پیش نظر مقاصد حاصل کرنے کے لیے جو پروگرام بنایا گیا تھا' اسے عملی جامہ پہنانے سے نہ صرف امن وامان کا سنگین مسئلہ کھڑا ہوجاتا' جیسا کہ حکومت اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے قیاس کیا' بلکہ وہ سب کچھ خلاف اور زیر دفعہ 298- سی' ت پ کے ارتکاب جرم کے مترادف بھی ہوتا۔ اس سلسلہ میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کا حکم مورخہ 89-3-23 جسے رٹ میں متنازعہ کہا گیا ہے' درست تھا۔

فاضل ایڈووکیٹ جنرل نیز مسئول الیہان کے فاضل وکلاء نے گزارش کی کہ جس قسم کے جلسوں کا اعلان مشتہر کیا گیا تھا' وہ بھی مسلمہ مقاصد کے لیے خواہ وہ سوسالہ جشن کی تقریبات کی شکل میں ہوتا یا بصورتِ دیگر امن عامہ کے لیے سخت خطرناک ثابت ہوتا۔ مزید عرض کیا گیا' اگرچہ یہاں قادیانی مذہب کی تبلیغ کرنے کے حق پر زیادہ زور نہیں دیا جارہا بلکہ ایسے جلسے منعقد کرنے کا ذکر ہورہا ہے جن میں مرزا صاحب کے حالاتِ زندگی اور مقام ومنزلت نیز گزشتہ 100 سالوں کے دوران حاصل ہونے والی کامرانیوں کا تذکرہ کیا جاتا' جس کی غرض و غایت قادیانیت کی تلقین' تبلیغ اور تشہیر و پرچار کے سوا کچھ نہ ہوتی۔ اس کے معنے یہ ہوئے کہ ایک طرف خلاف قانون فعل کا ارتکاب عمل میں آتا' دوسری طرف مسلمانوں نیز عیسائیوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچائی جاتی۔ تقریبات کے اس پہلو کو نمایاں کرنے کی غرض سے مرزا صاحب اوراس کے جانشینوں کی تعلیمات وافکار کو درج ذیل عنوانات کے تحت نقل کیا گیا تھا۔

(1) مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت اور فضیلت میں خود رسالت مآب آنحضرت ﷺ سے سبقت لے جانے کا خبط۔

(2) خداوند تعالیٰ کی شان گستاخانہ کلمات۔

(3) حضرت عیسیٰ روح اللہ کے بارے میں غلیظ اور توہین آمیز عبارات۔
(4) اہلِ بیت اطہار (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی شان میں بے ادبی و گستاخی پر مبنی ریمارکس۔
(5) امتِ مسلمہ کو گروہِ منافقین اور قادیانیوں سے جداگانہ ملت ظاہر کرنے والی تحریریں۔ نیز مسلمانوں کے مستند علماء کے بارے میں ہفوات۔

20...... مسلمانوں کے متعلق مرزائیوں کی کتابوں میں مذکورہ متنازعہ آراء' افکار اور نظریات و تعلیمات جو بحث کے دوران پڑھ کر سنائی گئیں' انہیں یہاں درج کرنے سے اجتناب کیا جاتا ہے کیونکہ ان کا نقل کرنا مزید احتجاج و ہنگامہ آرائی کو دعوت دینے کے مترادف ہوگا۔ سائلان کے فاضل وکیل مسٹر مبشر لطیف احمد نے موقف اختیار کیا کہ عدالتی کارروائی کو اخبارات میں رپورٹ کرنے سے وہ تاریخیں' جن تاریخوں پر مذکورہ موضوعات زیر بحث آتے تھے' احمدیوں کے خلاف نفرت و عداوت کے بھڑکنے کا امکان ہے۔ جبکہ مسٹر مجیب الرحمان ایڈووکیٹ کا استدلال یہ تھا کہ مذکورہ بالا عنوانات کے تحت جو مواد پیش کیا گیا' وہ تازہ ترین کتابوں سے اخذ کردہ نہیں ہے۔ پچھلی ایک صدی کے دوران یہ کتابیں بار بار چھپی ہیں' اگر وہ مواد پچھلے عرصہ میں اشتعال انگیز نہیں تھا تو سو سالہ جشن کے موقع پر اسے اشتعال انگیز کیوں سمجھا جائے۔ انہوں نے مزید کہا کہ 1983ء تک جماعت احمدیہ کے سالانہ جلسے ربوہ میں منعقد ہوتے رہے' حکومت لوگوں کی سہولت کے لیے سپیشل ٹرینیں چلاتی رہی' کبھی کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا اور قادیانی مذہب کبھی امنِ عامہ میں خلل کا موجب نہیں بنا تو جشن کی تقریبات منانے سے کون سی قیامت آ جاتی؟

ہمارے خیال میں فاضل وکیل کا یہ استدلال' قادیانی مذہب اور مرزا صاحب کی نبوت کے خلاف' مسلمانوں کے غیظ و غضب اور ان کی شدید مخالفت و مزاحمت سے لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ مرزا صاحب نے اپنے مخالفین کے بارے میں جو انتہائی ناشائستہ اور گندی زبان میں تحریریں لکھیں' مشتے از خروارے کے طور پر ان سے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔ یاد رہے کہ مرزا صاحب نے پہلے مسیحِ موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور خود کو مسیحِ موعود کی صورت میں حضرت عیسیٰ کا بدل ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ مسیحِ موعود ابن مریم کے سوا کوئی نہیں ہوسکتا چنانچہ اس نے دعویٰ سے کہا:

''خدا نے براہین احمدیہ'' (مرزا صاحب کی تالیف جو ان پر نازل ہونے والے الہام و انکشافات پر مشتمل ہے) کی تیسری جلد میں میرا نام میری (مریم) رکھا۔ عرصہ دو سال

تک مریم کی طرح تنہائی کی حالت میں میری پرورش کی گئی اور میری تربیت زنانہ خلوت میں ہوئی پھر عیسیٰ کی روح بھی پھونکی گئی' بالکل اسی طرح جیسے یہ روح حضرت مریم کے نفس میں پھونکی گئی تھی۔ اس طرح مجازی معنوں میں مجھے بھی حاملہ سمجھا گیا' کئی ماہ کی مدت (جو 10 ماہ سے زیادہ نہیں تھی) کے گزرنے پر براہین احمدیہ کی چوتھی جلد میں شامل الہام کے ذریعے مجھے مریم کے بطن سے جدا کر کے عیسیٰ بنایا گیا۔ یوں میں عیسیٰ ابن مریم بنا لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے براہین احمدیہ کے زمانہ نزول کے دوران اس مخفی راز سے مطلع نہیں کیا۔''

(کشتی نوح' مشمولہ روحانی خزائن' جلد نمبر 19 'ص 50)

21...... معاملہ یہیں ختم نہیں ہوتا' مرزا صاحب نے اپنی نگارشات میں حضرت عیسیٰ کے متعلق انتہائی توہین آمیز' لعنت ملامت پر مبنی اور اشتعال انگیز باتیں لکھی ہیں۔ اگرچہ کسی مستند کتاب میں یہ نہیں لکھا کہ (نعوذ باللہ) حضرت عیسیٰ بد زبان اور فحش گو یا شہوت پرست تھے۔ لیکن مرزا صاحب کے قلم سے اللہ کے اس برگزیدہ' مقدس اور معصوم نبی کے بارے میں ایسے ایسے ناپاک خباثت پر مبنی اور بے ادبی و گستاخی کے حامل جھوٹے کلمات نکلے اور اس نے بار بار روح اللہ پر ایسے گھناؤنے الزام لگائے کہ الامان والحفیظ۔ ان میں سے بعض ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں۔

- ''عیسیٰ میں فحش گوئی کی عادت تھی اور وہ اکثر گندی زبان استعمال کرتے تھے۔''

(ضمیمہ انجام آتھم' مشمولہ روحانی خزائن' جلد 11 'ص...... 289)

- ''مسیح کے کردار کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ عیسیٰ ایک شرابی کبابی شخص تھے' نہ وہ کبائر سے پرہیز کرتے تھے نہ ہی حقیقی متقی و پارسا تھے۔ وہ سچائی کے متلاشی بھی نہ تھے۔ حقیقت میں وہ ایک مغرور' انا پرست اور الوہیت کے جھوٹے دعویدار تھے۔''

(نور القرآن' مشمولہ روحانی خزائن' جلد نمبر 9 'ص نمبر 387)

- ''الکحل شراب کے استعمال نے اہل یورپ کو جو زبردست اخلاقی و معاشرتی نقصان پہنچایا' اس کا بنیادی سبب یہ تھا کہ خود عیسیٰ شراب استعمال کرتے تھے' شاید کسی بیماری کے باعث یا پرانی عادت کے ہاتھوں مجبور ہو کر''۔

(کشتی نوح...... مشمولہ روحانی خزائن' جلد نمبر 19 'ص 71)

- ''عیسیٰ خود کو ایک پارسا شخص کے طور پر پیش نہیں کر سکے کیونکہ لوگ جانتے تھے کہ وہ ایک شرابی کبابی شخص تھے۔''

(ست بچن...... روحانی خزائن' جلد 10 'ص 296)

22......مرزا صاحب نے خدا کے اس محبوب نبی کا مذاق اڑانے اور ان کے مقدس نام کی بے حرمتی کرنے میں بائبل کو بھی مات کر دیا۔ مثال کے طور پر اس کی درج ذیل عبارتیں ملاحظہ کیجئے۔

- ''عیسیٰ میں طوائفوں کے لیے زبردست رغبت اور اشتیاق پایا جاتا تھا۔ شاید ان کے ساتھ آبائی تعلق اس کا سبب ہو' وگرنہ کوئی پارسا اور نیکو کار شخص کسی نوجوان فاحشہ کو یہ اجازت ہرگز نہیں دے سکتا کہ وہ اپنے ناپاک ہاتھوں سے اس کی مالش کرے اور بدکاری کی کمائی سے خریدی ہوئی خوشبو (روغن) سے اس کے سر پر مساج کرے اور اپنے بالوں سے اس کے پاؤں کو صاف کرے۔ سمجھدار آدمی خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ وہ کس قسم کے کردار کے حامل تھے۔''

(ضمیمہ انجام آتھم' مشمولہ روحانی خزائن' جلد نمبر 11' ص 291)

- ''ایک حسین طوائف ان کے اس قدر قریب بیٹھی ہوتی تھی کہ جیسے ان سے بغل گیر ہو رہی ہو۔ بعض اوقات وہ خوشبودار تیل سے ان کے سر میں مساج کرتی ...... بالوں سے ان کے پیر رگڑتی۔ بعض اوقات اپنی سیاہ زلفیں ان کے قدموں پر ڈال دیتی۔ کبھی ان کی گود میں بیٹھ کر کھیلنے لگتی۔ ایسی صورت میں جناب مسیح ترنگ میں آ جاتے' کوئی اعتراض کرے تو اس پر لعن طعن کی جاتی۔ نوجوانی کے بعد وہ شراب کے رسیا اور مجرد ہوتے ہوئے بھی ایک خوبصورت طوائف کو اپنے پاس لٹائے رکھتے تھے۔ وہ اپنے ہاتھوں سے اس کے جسم کو چھوتی' کیا یہ کسی پارسا شخص کا طرز عمل ہو سکتا ہے؟ اور اس بات کا کیا ثبوت یا شہادت موجود ہے کہ بازاری عورت کے یوں مس کرنے سے عیسیٰ اشتعال میں نہیں آتے ہوں گے۔ افسوس ہے لگا ہیں اس عورت کے تن سے پار کرنے کے بعد جنسی تسکین کے لیے انہیں بیوی میسر نہیں تھی۔ اس بدبخت چنچل وشوخ حسینہ کو چھونے کے بعد کیا جانے ان کی کیا حالت ہوتی ہوگی۔ شہوانی جذبات یقیناً مشتعل ہوتے ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ عیسیٰؑ اتنی سی بات کہنے کے لیے بھی اپنی زبان کو جنبش نہیں دیتے تھے کہ ''اے فاحشہ مجھ سے دُور ہو جا''۔ بائبل سے یہ بات بخوبی ثابت ہے کہ وہ عورت طوائفوں میں سے ایک تھی جو بدکاری اور فحاشی کے لیے پورے شہر میں بدنام تھی۔''

(نورالقرآن' مشمولہ روحانی خزائن' جلد نمبر 9' ص 449)

23......مرزا صاحب کی محولہ بالا روایت کے برعکس بائبل میں یہ داستان اس طرح

بیان کی گئی ہے:

''اور فریسیوں میں سے ایک نے اس سے کہا کہ وہ اس کے گھر کھانا کھائے۔ وہ فریسی کے گھر پہنچا اور کھانے پر بیٹھ گیا اور دیکھو! شہر کی ایک عورت جو کہ گناہ گار تھی' جب یہ پتہ چلا کہ عیسیٰ ایک فریسی کے ہاں کھانا کھا رہے ہیں تو وہ سنگِ جراحت کے بکس میں روغن لائی اور روتی ہوئی ان کے قدموں میں کھڑی ہوگئی اور ان کے پاؤں کو اپنے آنسوؤں سے دھونے لگی۔ پھر اپنی زلفوں سے ان کے پاؤں صاف کیے۔ انہیں بوسہ دیا اور پاؤں پر روغن سے مساج کرنے لگی۔ جب فریسی نے جس نے اسے' ایسا کرنے سے منع کیا تھا' یہ منظر دیکھا تو وہ اپنے دل میں سوچنے لگا اگر یہ شخص نبی ہوتا تو اسے معلوم ہونا چاہیے تھا کہ یہ عورت کون ہے اور کیسی ہے' جو اسے چھو رہی ہے کیونکہ وہ بدکار ہے۔ (اس کی بات سن کر) عیسیٰ نے جواب میں کہا سائمن مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔ وہ بولا! آقا فرمایئے۔ عیسیٰ نے کہا ایک ساہوکار تھا' اس سے دو آدمیوں نے قرض لے رکھا تھا۔ ایک نے 500 پینس اور دوسرے نے 50 پینس۔ دونوں قلاش تھے اور ان کے پاس ادائیگی کے لیے کچھ بھی نہ تھا۔ ساہوکار نے بڑی فراخدلی سے دونوں کا قرض معاف کر دیا۔ تم بتاؤ ان دونوں سے اسے کون زیادہ پیار کرے گا؟ سائمن نے جواب دیا۔ ''جس کا زیادہ قرضہ معاف کیا گیا''۔ تب عیسیٰ نے کہا تم نے صحیح اندازہ لگایا ہے پھر وہ اسی عورت کی طرف پلٹے اور سائمن سے فرمایا۔ ''تم نے اس عورت کو دیکھا ہے؟ میں تمہارے گھر میں داخل ہوا تو تم نے ہاتھ پاؤں' دھونے کے لیے مجھے پانی تک نہیں دیا جبکہ اس نے اپنے بالوں سے میرے پیر صاف کیے' تم تو مجھ سے بغل گیر نہیں ہوتے لیکن یہ عورت' جب سے میں گھر میں داخل ہوا ہوں میرے پاؤں چومنے سے باز نہیں آتی۔ تم نے میرے سر میں سادہ تیل نہیں لگایا جبکہ اس نے خوشبودار روغن سے مالش کی ہے۔ اس لیے میں تم سے کہتا ہوں اس کے گناہ زیادہ تھے' معاف کر دیئے گئے ہیں' اس لیے وہ مجھ سے زیادہ پیار کرتی ہے' جس کے تھوڑے گناہ معاف کیے گئے ہیں' وہ کم محبت کرتا ہے۔'' جو لوگ ان کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھے تھے' آپس میں کہنے لگے' 'یہ کون ہے جو گناہ بھی معاف کر دیتا ہے؟'' عیسیٰ نے اس عورت سے کہا۔ ''تمہارے ایمان نے تمہیں بچا لیا ہے۔ اب تم امن سے رہو۔''

(The New Testament, St.Luke Ch.7: 36-50)

پروٹسٹنٹ مذہب کی کتاب مقدس ''گوسپل'' میں اس روایت کی اس طرح تصدیق کی

گئی ہے۔

''پھر میری نے ایک پاؤنڈ سپائنک نارڈ (انتہائی قیمتی) روغن لیا' اس سے عیسیٰ کے پیروں کی مالش کی' ان کے پاؤں اپنے سر کے بالوں سے صاف کیے' اس کا گھر روغن کی خوشبو سے مہکنے لگا۔ پھر ان کے حواریوں میں سے ایک سائمن کا بیٹا جوداس اسکر یوط بولا' اسے کس چیز نے گمراہ کر دیا۔ یہ روغن 300 پینس میں فروخت کر کے وہ رقم غریبوں میں کیوں نہ بانٹ دی گئی؟ اس لیے نہیں کہ اسے غریبوں کا فکر نہیں بلکہ اس لیے کہ وہ چور ہے۔'' ان کے پاس ایک تھیلا تھا جو خالی تھا' اس میں کیا ڈالا گیا؟ اس پر عیسیٰ بولے ''اسے اس کے حال پر چھوڑ دو' میری تدفین کے روز یہ تھیلا اس کے ساتھ ہوگا۔ کیونکہ میں ہمیشہ غریبوں کا ساتھی رہا ہوں' لیکن تم میرے ساتھ نہیں رہے۔''

(The New Testament. St.John Ch.12: 3-8)

اور متی کی انجیل میں یہی واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے۔

''اب یہ کہ عیسیٰ بیتھانی میں سائمن کوڑھی کے گھر میں تھے۔ ان کے پاس ایک خاتون آئی' اس کے ہاتھ میں سنگ جراحت کا ایک بکس تھا' جس میں انتہائی مہنگا روغن تھا۔ اس نے وہ روغن اس کے سر میں ڈالا اور وہ دسترخوان پر بیٹھ گئے' جب حواریوں نے یہ منظر دیکھا تو وہ بڑے برہم ہوئے اور کہنے لگے۔ ''اس ضیاع کا کیا مقصد ہے؟ کیونکہ یہ روغن خاصی قیمت پر فروخت ہو سکتا تھا اور وہ رقم مفلسوں میں بانٹی جا سکتی تھی۔ عیسیٰ ان کا مطلب سمجھ گئے اور بولے'' اے خاتون تو نے اتنی تکلیف کیوں کی؟ تو نے میرے ساتھ نیکی کی ہے لیکن میں ہمیشہ تیرے پاس نہیں رہوں گا۔ چونکہ تم نے میرے سر میں تیل ڈالا ہے' یہ تو نے میری تدفین والے دن کے لیے کیا ہے۔ یقیناً میں تم سے کہتا ہوں' میری یہ عقیدت مند جہاں کہیں بھی ہوگی' دنیا بھر میں اس کا چرچا کرے گی۔ میں بھی یہی کہوں گا کہ اس عورت نے ایسا کیا تھا۔'' پھر عیسیٰ نے اس عورت کی یادگار کے بارے میں انکشاف کیا۔''

(The New Testament, St.Mathew Ch.26: 6-13)

24...... اس مسخ شدہ روایت کا دقتِ نظر سے مطالعہ کیا جائے تو اس میں بہت سی در پردہ تعریضات اور جھوٹے الزامات شامل ہیں۔ مثال کے طور پر:

- گویا وہ ان سے بغل گیر ہو رہی تھی......
- وہ ان کی آغوش میں کھیل رہی تھی......

- جناب عیسیٰ کسی ترنگ میں بیٹھے ہوئے تھے......
- ایک حسین طوائف ان کے سامنے لیٹی ہوتی ہے......ان کے بدن کو مس کر رہی ہے......
عیسیٰ شہوانی اشتعال میں ہوتے تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔

ان لغویات وخرافات کا اضافہ اس خیال سے کیا گیا ہے تاکہ عیسیٰ علیہ السلام کو بدنام کیا جائے۔ حالانکہ تعصب پر مبنی بائبل میں شامل ایسی حکایتوں میں بھی حضرت عیسیٰ روح اللہ کو اس رنگ میں کہیں پیش نہیں کیا گیا۔ اصل کہانی یوں ہے کہ کوئی بدکار عورت چیختی چلاتی ہوئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی تاکہ اسے اس کے گناہوں کی معافی مل جائے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسے بشارت دی تھی کہ ''تمہارے گناہ معاف کردیئے گئے ہیں۔''

25......اسی پر بس نہیں مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ کی تعلیمات کو بھی نشانہ تحقیر و تضحیک بنایا ہے۔ مرزا قادیانی کا محولہ بالا اسلوبِ بیان اور نقطہ نظر قرآن حکیم میں مذکور حضرت عیسیٰ کے مقام ومرتبہ اوران کی شان ومنزلت کے بالکل الٹ ہے۔ پورا قرآن (مسلمانوں کی مقدس کتاب) کسی ایسے بیان سے قطعاً پاک ہے' جو حضرت عیسیٰ کو کسی بھی طور منفی انداز میں پیش کرے یا ان کی تنقیص کا پہلو نکلتا ہو۔ اس کے برعکس سارا قرآن ان کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان ہے اور انہیں اللہ کے پانچ جلیل القدر اور اولوالعزم پیغمبروں میں شمار کرتا ہے۔ سورۃ آلِ عمران کی یہ آیت ملاحظہ فرمایئے:

> ''اے نبی! کہو کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں' اس تعلیم کو مانتے ہیں جو ہم پر نازل کی گئی ہے' ان تعلیمات کو بھی مانتے ہیں جو ہم پر نازل کی گئی ہیں' ان تعلیمات کو بھی مانتے ہیں جو حضرت ابراہیم' اسماعیل' اسحاق' یعقوب اور اولادِ یعقوب پر نازل ہوئی تھیں اور ان ہدایات پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو موسیٰ' عیسیٰ اور دوسرے پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے دی گئیں۔ ہم ان کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے تابعِ فرمان (مسلم) ہیں۔'' (آلِ عمران 84)

قرآن حکیم حضرت عیسیٰ ان کی والدہ ماجدہ اوران کے خاندان کی شان میں یوں مدح سرا ہے۔

''اللہ نے آدم اور نوح اور آلِ ابراہیم' آلِ عمران کو تمام دنیا والوں پر ترجیح دے کر (اپنی) رسالت کے لیے منتخب کرلیا تھا۔ یہ سب ایک ہی سلسلہ کے لوگ تھے جو ایک دوسرے کی نسل سے پیدا ہوئے تھے' اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔''

وہ اس وقت سن رہا تھا جب عمران کی عورت اس سے کہہ رہی تھی۔ ''اے میرے

پروردگار میں اس بچے کو جو میرے پیٹ میں ہے' تیری نذر کرتی ہوں۔ وہ تیرے ہی کام کے لیے وقف ہوگا۔ میری اس پیش کش کو قبول فرمالے۔ تُو سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

پھر جب اس کے ہاں اس بچی نے جنم لیا تو اس نے کہا ''میرے مالک! میرے ہاں تو بچی پیدا ہوگئی ہے'' حالانکہ جو کچھ اس نے جنا تھا' اللہ کو اس کی خبر تھی' اور لڑکا لڑکی کی طرح نہیں ہوتا۔ خیر میں نے اس کا نام مریم رکھ دیا ہے اور میں اسے اور اس کی آئندہ نسل کو شیطانِ مردود کے شر سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔''

آخر کار اس کے رب نے اس لڑکی کو بخوشی قبول کرلیا' اسے بڑی اچھی لڑکی بنا کر اٹھایا اور زکریا کو اس کا سرپرست بنا دیا۔ زکریا جب کبھی محراب میں اس کے پاس جاتا تو وہاں کچھ نہ کچھ کھانے پینے کا سامان پاتا۔ پوچھتا مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آیا ہے؟ وہ جواب دیتی' اللہ کے ہاں سے۔ اللہ جسے چاہتا ہے بے حدوحساب رزق دیتا ہے۔'' (آلِ عمران 37-33)

اس سے آگے ارشاد ہوتا ہے:

''اور یاد کرو پھر وہ وقت آیا جب فرشتوں نے آکر مریم سے کہا۔ ''اے مریم! اللہ نے تجھے برگزیدہ کیا اور پاکیزگی عطا کی اور تجھے تمام دنیاوی عورتوں پر ترجیح دے کر اپنی خدمت کے لیے چن لیا ہے۔ اے مریم! اپنے رب کی تابع فرمان بن کر رہ' اس کے آگے سربسجود ہو اور جو بندے اس کے حضور جھکنے والے ہیں ان کے ساتھ تو بھی جھک جا۔'' (آل عمران...... 43-42)

قرآن نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی بن باپ ولادت کو بھی پُرعظمت و توقیر انداز میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ اس سورہ میں ذرا آگے چل کر فرمایا گیا ہے:

- ''اور (یاد کرو) جب فرشتوں نے کہا ''اے مریم! اللہ تجھے اپنے ایک فرمان کی بشارت دیتا ہے۔ اس کا نام مسیح (عیسٰی ابن مریم) ہوگا۔ وہ دنیا و آخرت میں معزز ہوگا۔ اللہ کے مقرب بندوں میں شمار کیا جائے گا۔
- (وہ) لوگوں سے گہوارہ میں بھی کلام کرے گا اور بڑی عمر کو پہنچ کر بھی اور وہ ایک مرد صالح ہوگا۔'' (آل عمران...... 47-45)

اسی طرح سورہ مریم میں جنابِ روح اللہ کی پیدائش کے واقعہ کو اس دل نشیں انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

''اور (اے نبی) اس کتاب میں مریم کا حال بیان کرو' جب کہ وہ اپنے لوگوں سے الگ ہوکر مشرقی جانب گوشہ نشیں ہوگئی تھی اور پردہ ڈال کر ان سے چھپ بیٹھی تھی۔ ایسے میں ہم نے اس کے پاس اپنی روح (فرشتہ) کو بھیجا اور وہ اس کے سامنے ایک پورے انسان کی شکل میں

نمودار ہوگیا۔ مریم یکا یک بول اٹھی کہ ''اگر تو کوئی خدا ترس آدمی ہے تو میں تجھ سے خدائے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں۔'' اس نے کہا ''میں تیرے رب کا فرستادہ ہوں اور اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔' مریم بولی میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا۔ جب کہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں ہے اور میں کوئی بدکار عورت نہیں ہوں۔'' فرشتہ نے کہا ایسا ہی ہوگا تیرا رب فرماتا ہے کہ ایسا کرنا میرے لیے بہت آسان ہے اور ہم یہ اس لیے کریں گے کہ اس لڑکے کو لوگوں کے لیے ایک نشانی بنائیں اور اپنی طرف سے ایک رحمت' اور یہ کام ہو کر رہے گا۔

مریم کو اس بچے کا حمل رہ گیا اور وہ اس حمل کو لیے ایک دُور کے مقام پر چلی گئی۔ پھر زچگی کی تکلیف نے اسے ایک درخت کے نیچے پہنچا دیا۔ وہ کہنے لگی۔ ''کاش میں اس سے پہلے ہی مرجاتی اور میرا نام و نشان نہ رہتا۔'' فرشتہ نے پائنتی سے اس کو پکار کر کہا۔ ''غم نہ کر تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ رواں کر دیا ہے اور تو ذرا اس درخت کے تنے کو ہلا' تیرے اوپر تروتازہ کھجوریں ٹپک پڑیں گی' پس تو کھا اور پی اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر' پھر اگر تجھے کوئی آدمی نظر آئے تو اس سے کہہ دے کہ میں نے رحمان کے لیے روزہ کی نذر مانی ہے' اس لیے میں آج کسی سے نہیں بولوں گی۔''

پھر وہ اس بچہ کو لیے ہوئے اپنی قوم میں آئی۔ لوگ کہنے لگے ''اے مریم یہ تو' تُو نے بڑا پاپ کر ڈالا ہے' اے ہارون کی بہن نہ تیرا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی کوئی بدکار عورت تھی۔'' مریم نے بچے کی طرف اشارہ کر دیا۔ لوگوں نے کہا ''ہم اس سے کیا بات کریں' جو گہوارہ میں پڑا ہوا ایک بچہ ہے۔'' (اس پر) بچہ بول اٹھا ''میں اللہ کا بندہ ہوں' اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا اور بابرکت کیا' جہاں بھی میں رہوں اور نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کا حکم دیا جب تک میں زندہ ہوں' اور اپنی والدہ کا حق ادا کرنے والا بنایا اور مجھ کو جبار اور شقی نہیں بنایا۔ سلام ہے مجھ پر جبکہ میں پیدا ہوا' اور جب کہ میں مروں اور جبکہ میں زندہ کرکے اٹھایا جاؤں۔'' (مریم ...... 32-16)

26 ...... علاوہ بریں مسلمانوں کو دوسرے مذاہب کے قائدین یا لوگوں کی تحقیر و تضحیک کرنے سے منع فرمایا گیا ہے تا کہ دوسروں کو ان کے سرداروں کی توہین و تذلیل کرنے کا موقع نہ مل سکے۔ یہ درست ہے کہ مسلمان اور عیسائی علمائے دین کے مابین بعض پہلوؤں پر دیانتدارانہ اختلافات موجود ہیں۔ تاہم یہ اختلافات ایک دوسرے کے مذہب یا پیغمبر کی تنقیص و بے حرمتی کی بنیاد یا جواز نہیں بن سکتے۔ رسولِ اکرمؐ سے مروی ہے ابو ہریرہؓ کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: دنیا و آخرت میں مجھے عیسیٰؑ سے زیادہ قربت ہے۔ کیونکہ تمام انبیاء آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ یعنی گو

سب کی مائیں مختلف ہیں لیکن دین سب کا ایک ہے۔'' (صحیح مسلم...... کتاب الفضائل)
(اُردو ترجمہ رئیس احمد جعفری جلد دوم ص ۔۔1480)

27......مرزا صاحب کی یہی تحریریں اور افکار و خیالات تھے جن کی بناء پر مسلمانوں نیز عیسائیوں نے ان کے دعویٰ نبوت اور مسیح موعود ہونے کے اِدّعا کی مخالفت کی خود مرزا صاحب کی زندگی میں' پھر اس کی وفات کے بعد اور قیام پاکستان کے بعد بھی ایسے واقعات ظہور پذیر ہوئے' جب عوامی احتجاج 1953ء لاہور میں مارشل لاء کے نفاذ کا سبب بنا اور 1974ء میں ربوہ ریلوے سٹیشن پر کھڑی ایک ٹرین پر مرزائیوں کے حملہ کے نتیجہ میں ملک گیر ہنگامے پھوٹ پڑے۔ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب ''ازالہ اوہام'' میں اپنے خلاف مسلمانوں کے عمومی غم وغصہ کا ذکر اس طرح کیا ہے۔ ''یہ میرا دعویٰ ہے جس پر لوگ (غیر احمدی مسلمان) میرے ساتھ جھگڑتے ہیں اور مجھے مرتد سمجھتے ہیں۔ انہوں نے بڑا شور مچایا اور اس آدمی کی قدر نہ جانی جس پر اللہ کی طرف سے الہام ہوتا ہے۔ انہوں نے مجھے غدار' جھوٹا' مکار اور مرتد کہا۔ اگر انہیں حکمرانوں کے تیر و تفنگ کا ڈر نہ ہوتا تو مجھے کبھی کا جان سے مار ڈالتے۔''

ان نگارشات کی اشتعال انگیز نوعیت ختم نہیں ہوتی کیونکہ بعض دوسری عبارتوں میں مرزا صاحب کے ایسے خیالات شامل ہیں جو امت مسلمہ کے افکار و خیالات کے عین مطابق ہیں۔ مسٹر مجیب الرحمٰن کا ایسی تحریروں پر بھروسہ کرنا نامناسب ہے' اسے ظاہر کرنے کے لیے صرف ایک خاص مثال نقل کی جاتی ہے۔ اور اس کا تجزیہ کیا جاتا ہے جو سائلان کے فاضل وکلاء کے اس موقف کی تردید کرتی ہے کہ تاریخ کو دہرانا اور مخصوص خیالات کا اعادہ زیر دفعہ 298۔سی ارتکاب جرم کے مترادف نہیں۔

28......نوجوانوں کی ٹی شرٹس یا بینرز یا آرائشی گیجوں پر لکھے ہوئے نعرہ ''سچائی کے سو سال'' کو لیجئے' اس سے کیا سمجھانا اور ذہن نشین کرانا مقصود ہے؟ احمدیہ جماعت کی صد سالہ تقریبات کے پس منظر میں اس نعرہ پر غور کیا جائے تو اس سے یہ پیغام پہنچانا مطلوب ہے کہ مرزا قادیانی نے نبوت کا جو دعویٰ کیا' وہ درست ہے' مرزائیوں کا یہ عقیدہ کہ اصل میں امتِ مسلمہ انہی پر مشتمل ہے' درست ہے' دوسرے لوگ جو مرزا قادیانی کو نبی یا مسیح موعود نہیں مانتے' وہ رافضی و بدعتی ہیں۔ ''تم ہماری اکثریت والے دستوری فیصلہ آ جانے کے باوجود رافضی ہو۔'' فاضل ایڈووکیٹ جنرل نے بجا طور پر کہا کہ اگر پابندی کا یہ حکم جاری نہ کیا جاتا تو اس قسم کی اشتعال انگیزی امن وامان کی سنگین صورت حال پیدا کر دیتی۔ ان کا یہ کہنا بھی درست ہے کہ ممنوعہ افعال کو انفرادی طور پر لیا جائے تو وہ قابلِ نفرت و مکروہ' دل آزاری کرنے والے اور ضرر رساں نہیں

لگتے ۔مثلاً آرائشی دروازے لگانا' جھنڈے لہرانا' عمارت پر چراغاں کرنا' غریبوں اورمحتاجوں کو کھانا کھلانا' یا کسی شخص کا نئے کپڑے زیب تن کرنا' نہ ہی وہ دوسروں کے لیے موجبِ تکلیف و باعثِ آزار بنتا ہے۔ان افعال کو کیے گئے اعلانات اور مطلوبہ مقاصد سے جو پیغام پہنچانا مقصود ہے اوران کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے ردعمل کے پس منظر میں دیکھنا چاہیے۔ان افعال کو تاریخی تناظر میں لیا جائے تو ایک اقلیتی جماعت کی طرف سے انہیں خالی از خطر اور بے ضرر قرار نہیں دیا جاسکتا جو اپنے ماضی کی یاد منانا اوراپنے بانی وموسس نیز قائدین کی مدح وثناء کرنا چاہتی ہو۔ بہرحال اس طرح کے اعلانیہ اظہار واعلانات کسی خاص مذہب کی پیروی کرنے اوراس پر عمل کرنے کے حق کے ذیل میں کیسے آسکتے ہیں؟ یہ استدلال کہ ان افعال کی انجام دہی قانوناً جائز ہے اس لیے جائز کاموں کی انجام دہی پر زیر دفعہ 144 ض ف' محض اس لیے پابندی عائد نہیں کی جاسکتی کہ ایک شخص کی طرف سے کسی کام کو قانون کے مطابق کرنا دوسرے کی طرف سے خلافِ قانون کام کرنے کا سبب نہ بن جائے اور یہ کہ احتیاطی تدابیر ایسے شخص یا مجموعہ اشخاص کے خلاف عمل میں لائی جاتی ہیں جن کی طرف سے خلافِ قانون کام کیے جانے کا اندیشہ ہو' اس کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

29......سائلان کے فاضل وکلاء نے مذکورہ بالا دلائل پیش کرتے ہوئے فرض کرلیا کہ یہ افعال جن کے کرنے پر پابندی لگائی گئی یا سالگرہ کی تقریبات جیسا کہ ان کے انعقاد کا منصوبہ بنایا گیا ہے' بےضرر' غیر دل آزار' غیر مضر بلکہ قانوناً جائز تھے' یہ مفروضہ درست نہیں۔ یہ فرض کرنا کہ کسی قسم کی نفرت و بیزاری پیدا نہ کرنے یا مزاحمت اور بے چینی واضطراب کو نہ بھڑکانے کا پختہ عزم کرلیا گیا تھا اس کے باوجود یہ ردعمل کہ ان تقریبات کا صحیح طور سے ادراک کرلیا گیا تھا۔مفاد عامہ کے تحت زیر اعتراض احکام کے جاری کرنے کا معقول جواز فراہم کرتا ہے۔فاضل وکلاء نے جس اصول پر انحصار کیا' وہ بیٹی بنام گلبانکس 2Q.B.D.308 (1882) میں طے پایا تھا۔اس کے حقائق یہ تھے کہ مکتی فوج (Salvation Army) کے ممبران گلیوں میں سے مارچ کرتے ہوئے گزرنے پر مصر تھے جبکہ اساسی فوج اس کے زبردست خلاف تھی اور مجسٹریٹ نے بھی یہ حکم جاری کردیا تھا کہ انہیں گلیوں میں سے نہیں گزرنا چاہیے۔ڈویژنل کورٹ نے قرار دیا کہ کسی شخص کو ایسا فعل قانون کے مطابق کرنے پر سزا نہیں دی جاسکتی خواہ اسے معلوم ہو کہ اس کا ویسا کرنا دوسرے شخص کو خلاف قانون کام کے انجام دینے پر اکسانے کا سبب بن سکتا ہے' مجرمانہ مواخذہ کی تقسیم میں یہ فیصلہ صحیح لگتا ہے' تاہم کسی مقدمہ میں اس کی پیروی نہیں کی گئی۔ پولیس کے ریاستی اختیارات کے استعمال سے متعلق مقدمات میں' جو امنِ عامہ کے قیام سے تعلق رکھتے ہوں' اس اصول کے

اطلاق میں ردوبدل کیا گیا ہے۔ چنانچہ ہمسفر بنام کونر (IR.CLR.I-1864-17) جس میں ایک پولیس مین کے خلاف مار پیٹ کی شکایت کی گئی تھی۔ آئرلینڈ کی عدالت نے قرار دیا کہ کانسٹیبل مدعی کے کپڑوں پر سے نارنجی سوسن کے پھول کو ہٹانے کا مجاز تھا کیونکہ ایک ہجوم کے درمیان نقضِ امن کو روکنے کے لیے ایسا کرنا ضروری ہو گیا تھا وہاں اس علامت نے عناد پیدا کر دیا تھا۔ (دیکھئے جی پی ولسن کی کتاب (Cases and Materials in Const. And Admn. Law) کا صفحہ نمبر 693۔ اسی طرح او کلے بنام ہاروے میں ایک مجسٹریٹ کو ایک قانونی جلسہ کو منتشر کرنے کا مجاز ٹھہرایا گیا کیونکہ وہ یہ فرض کرنے کی کافی وجوہ رکھتا تھا کہ جلسہ کے مخالفین آئرستان کی سیاسی انجمن کے لوگ تشدد اور طاقت سے کام لیں گے اور امن کی بحالی کا کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔ (دیکھئے ولسن کیسز ص 695) یہاں ضمناً یہ ذکر کرنا مناسب ہوگا کہ قادیانیوں کی طرف سے ایسے جھنڈوں کی نمائش جن پر کلمہ طیبہ کڑھا ہوا یا لکھا ہوا ہو' برمحل ہیں۔ ایسی صورتوں میں بھی جہاں الفاظ یا طرز عمل اشتعال انگیز یا توہین آمیز ہو' قیام امن وامان کے لیے پولیس کی طاقت استعمال کی جاسکتی ہے۔ وائز بنام ڈننگ (1902-I.K.B-167 کا حوالہ بھی دیا جا سکتا ہے۔ اس نالش میں ایک پروٹسنٹ مبلغ کو اس کی طرف سے رومن کیتھولک مذہب پر بار بار حملوں کے بعد لیور پول کے علاقہ میں قیام امن کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا تھا اور امن میں خلل پڑ گیا تھا۔ قرار دیا گیا کہ حقائق کی رو سے مجسٹریٹ اس امر کا مجاز تھا کہ کیتھولک فرقہ کی طرف سے معاندانہ جواب کو وائز کے توہین آمیز رویہ کے قدرتی نتیجہ پر محمول کرتا۔

30...... اب ہم اس سوال کا جائزہ لیتے ہیں کہ آیا کلمہ طیبہ والے بینرز کی نمائش توہین آمیز اور دل آزار ہے یا نہیں۔ فاضل ایڈووکیٹ جنرل اور مسئول الیہان کے فاضل وکلاء کے مطابق ''محمدؐ'' رسول اللہ کے الفاظ سے قادیانی مرزا قادیانی مراد لیتے ہیں اور اس کی طرف نسبت کرتے ہیں کیونکہ مرزا صاحب نے خود ''محمد رسول اللہ'' ہونے کا دعویٰ بھی کیا اور اس کے پیروکار اسے ایسا ہی مانتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ جب قادیانی جھنڈے لہراتے ہیں یا اپنے سینوں پر بیج سجاتے ہیں تو وہ رسول اکرمؐ کے مقدس نام کی بے حرمتی کرتے ہیں۔ اپنے اس ادعا کی حمایت میں ''کلمۃ الفصل'' سمیت مرزا بشیرالدین محمود کی کتابوں کے حوالے پیش کیے جس میں لکھا ہے کہ:

- ''پس مسیح موعود خود محمد رسول اللہ ہیں جو اشاعت اسلام کے لیے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے اس لیے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پڑتی۔'' ''ایک غلطی کا ازالہ'' نامی کتاب کا حوالہ بھی دیا گیا جس کے صفحات

11,7,5,4 اور 16 پر درج ذیل عبارتیں موجود ہیں۔

- ص...... 4 ''اس وحیِ الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی
- ص...... ''5 اس کے معنے یہ ہیں کہ محمد کی نبوت آخر محمد ہی کو ملی۔ غرض میری نبوت و رسالت باعتبار محمد اور احمد ہونے کے ہے۔''
- ص...... 7 کیونکہ یہ محمد ثانی اسی محمد ﷺ کی تصویر اور اسی کا نام ہے۔
- ص...... ''11 چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں ﷺ ...... یعنی میں' جب کہ بروزی طور پر آنحضرت ﷺ ہوں۔''
- 16 اور اسی بناء پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا۔ اس لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا۔ پس نبوت و رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی۔ محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی' علیہ الصلوۃ والسلام۔''

مسئول الیہان کے فاضل وکیل نے اعتراض اٹھاتے ہوئے کہا کہ مذکورہ مفہوم اور عقیدہ کے ساتھ کلمہ طیبہ والے جھنڈوں کا لہرانا یا بیجوں کا لگانا تعزیرات پاکستان کی دفعہ 298- سی کے تحت جرم کے مترادف ہے۔

31...... اس مرحلہ پر سائل مرزا خورشید احمد کی طرف سے داخل کردہ بیان حلفی کا حوالہ دینا مناسب ہوگا۔ اس کے پیراگراف نمبر 4' 5 میں کہا گیا ہے۔

4...... یہ کہ اقرار کنندہ صدقِ دل سے اقرار کرتا ہے کہ جب وہ کلمہ طیبہ پڑھتا ہے تو ''محمد رسول اللہ'' کے الفاظ سے غیر مشروط طور پر حضرت محمد ﷺ مراد لیتا ہے۔

5...... یہ کہ اقرار کنندہ صدق دل کے ساتھ اس الزام کی تردید کرتا ہے کہ الفاظ محمد (ﷺ) سے وہ مرزا قادیانی مراد لیتا ہے۔ ایسا جھوٹا' غلط اور بے خبری پر مبنی ہے۔ اقرار کنندہ صدق دل سے ایسے کنایہ کی تردید کرتا ہے جو اس کے اور تمام احمدیوں کے عقائد کے برعکس ہو۔''

حلفیہ بیان میں اختیار کردہ مذکورہ موقف کے پیش نظر مسٹر مجیب الرحمان سے مرزا قادیانی کی حیثیت و مرتبہ اور ان تحریروں کے بارے میں جن میں اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا' مرزا خورشید احمد اور احمدیہ جماعت کے دیگر ممبران کے عقیدہ کی بابت پوچھا گیا نیز دریافت کیا گیا آیا جب کوئی شخص قادیانی مذہب اختیار کرتا ہے تو اسے محض کلمہ طیبہ پڑھنا پڑتا ہے یا کچھ اور چیز بھی پڑھنی' قبول کرنی اور اس پر ایمان لانا ہوتا ہے؟ جواب دیا گیا کہ قادیانی حضرت محمد ﷺ کی قطعی اور آخری نبوت پر ایمان نہیں رکھتے' ان کا عقیدہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی مہدی' اور مسیح موعود تھے۔ مزید کہا گیا فریق مخالف نے جس چیز پر اعتراض کیا ہے بانی جماعت احمدیہ اپنی کتابوں ''ازالہ

اوہام'' ص 70---169 ''کشتی نوح'' روحانی خزائن جلد نمبر 7 ص ---67 جلد نمبر 8 ص ---252 نیز جلد نمبر 14 'ص---323 اور روحانی خزائن کی جلد نمبر 33 ص---459 میں شامل ''پیغام صلح'' میں اس کی کھول کر وضاحت کر چکے ہیں۔ مسٹر مجیب الرحمان کے بقول مرزا قادیانی نے محولہ بالا پیغام اپنی وفات سے ایک روز پیشتر یعنی 25 'مئی 1908ء کو لکھا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ''ایک غلطی کا ازالہ'' ''آئینہ کمالات'' اور ''تبلیغ رسالت'' میں جو کچھ لکھا گیا ہے اسے ''ظل'' اور ''بروز'' کے تصور کے تحت سمجھنے کی ضرورت ہے جو کہ روحانی مشابہت ومماثلت اور معرفت کا تصور ہے اور اس تصور کے ساتھ کسی بھی لحاظ سے دوبارہ جسمانی ظہور اور دوبارہ حلول کا نظریہ وابستہ نہیں۔

23......سب سے اہم بات جسے مسٹر مجیب الرحمان نے بڑی آسانی سے نظر انداز کر دیا اور اس کی تردید نہیں کی وہ یہ تھی کہ جو کوئی قادیانیت میں داخل ہوتا ہے اسے یہ ماننا پڑتا ہے کہ مرزا قادیانی کی نبوت حضرت محمد ﷺ کی موروثی نبوت ہے یہ کہ موزا قادیانی آنحضرتؐ کا صحیح ظل یا بروز ہے۔ اس بات سے بھی انکار نہیں کیا کہ قادیانیت اختیار کرتے وقت جس فارم پر دستخط کرنا ہوتے ہیں' اس میں مرزا قادیانی کو نبی اور مسیح موعود اور مہدی ماننا پڑتا ہے۔ فارم میں استعمال کردہ الفاظ منجملہ دیگر امور' حسب ذیل ہیں۔

''آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین یقین کروں گا/ کروں گی اور حضرت مسیح موعود کے سب دعاوی پر ایمان رکھوں گا/ رکھوں گی۔'' مسلمانوں نے رسول اکرمؐ کے بعد ہر زمانہ میں وقتاً فوقتاً نبوت کے جھوٹے دعویداروں کو مسترد کیا ہے۔ مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کو بھی مسلمانوں کے تمام فرقوں نے جھٹلایا ہے' جہاں تک مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کا تعلق ہے' اس پر مجیب الرحمان (سپرا) کے مقدمہ میں بڑی شرح وبسط سے بحث ہو چکی ہے' جس میں اس رائے کا اظہار کیا گیا تھا۔

یہ بات قابل غور ہے کہ اس قول کے نتائج کہ مرزا صاحب بذات خود محمد اور احمد تھے (یہ دونوں رسول اکرم ﷺ کے نام ہیں) خاصے دُور رس نکلتے ہیں۔ مرزا صاحب کے خلفاء' رسول اکرمؐ کے خلفاء بن گئے۔ مسلمان جو کلمہ پڑھتے ہیں اس کے معنے ہیں۔ ''اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور حضرت محمد (ﷺ) اس کے رسول ہیں۔'' مرزا صاحب کو محمد مان لیا جائے تو جب بھی اور جہاں بھی لفظ محمد پڑھا یا ادا کیا جائے گا' اس سے مراد مرزا صاحب ہی ہوں گے۔''

33......سائلان کے فاضل وکلاء کا یہ موقف کہ ظل اور ''بروز'' کے تصور سے کسی طور بھی دوبارہ جسمانی ظہور یا حلول کا تصور وابستہ نہیں' خود مرزا صاحب اور ان کے شاگرد عبدالقادر محمود

کے ظاہر کردہ خیالات کے بالکل برعکس لگتا ہے۔ اس پہلو پر رپورٹ کے صفحہ 74 پر درج ذیل بحث کی گئی ہے۔ ''اب خود اس تصوّر کا تجزیہ کرنا مناسب ہوگا۔ ڈاکٹر عبدالقادر محمود کی کتاب ''الفلسفۃ الصوفیاء فی الاسلام'' (ص 5 تا 11) میں وضاحت سے بتایا گیا ہے کہ الفاظ ''ظلی'' اور ''بروزی'' ہندوؤں کے حلول یا تناسخ کے تصور سے بہت حد تک ملتے جلتے ہیں۔

مرزا صاحب نے خود تسلیم کیا ہے کہ بروز کے معنے اوتار (خدا یا دیوتا کا جسمانی روپ میں ظہور) کے ہیں۔ اپنے سیالکوٹ والے لیکچر مورخہ 2 نومبر 1904ء ص...... 23 میں انہوں نے کہا: واضح ہو کہ خدا کی طرف سے میرا ظہور صرف مسلمانوں کی اصلاح کے لیے نہیں۔ بلکہ تینوں اقوام' مسلم' ہندو اور عیسائی کی اصلاح مطلوب ہے۔ چونکہ خدا نے مجھے مسلمانوں اور نصاریٰ کے لیے مسیح موعود بنا کر بھیجا' اس لیے میں ہندوؤں کے لیے اوتار اور راجہ کرشن' جیسا کہ مجھ پر واضح کیا گیا ہے' ایک مکمل انسان تھے۔ وہ اپنے وقت کے اوتار یا نبی تھے۔ اللہ کا وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں اپنا بروز یعنی اوتار پیدا کرے گا۔'' ''ضمیمہ رسالہ جہاد'' (مطبوعہ 1900ء میں انہوں نے لکھا ''خدا نے مجھے عیسیٰ کے اوتار کی حیثیت سے بھیجا اس طرح اس نے میرا نام احمد اور محمد رکھا اور میری عادات' اخلاق اور اطوار حضرت محمد (ﷺ) جیسے بنائے۔ مجھے ان کے چوغہ میں ملبوس کرنے کے بعد آنحضرت ﷺ کا اوتار بنایا تا کہ میں توحید کا پرچار اور اشاعت کر سکوں۔ پس اس مفہوم میں میں عیسیٰ ہوں' محمد ہوں اور مہدی بھی اور اظہار کا یہی وہ اسلوب ہے جو اسلام میں اصطلاحاً بروز کہلاتا ہے'' ص...... 7،6

پس ظاہر ہوا کہ مرزا صاحب اوتار اور بروز ایک دوسرے کے ہم معنی سمجھتے تھے۔ ''اصل شریعت میں حلول یا تناسخ کا کوئی تصور نہیں۔ البتہ ایسی اصطلاحات ہیں جو ان تصورات پر یقین کرنے والوں مثلاً مزدک اور لامان کی بدولت وجود میں آئیں۔ اسی طرح اسلام میں ظلیت کے تصور کے لیے کوئی جگہ نہیں۔'' (خاتم النبیین از مولانا انور شاہ کشمیری' ص...... 210)

مولانا محمد یوسف بنوری نے موقف الامۃ الاسلامیہ میں اس موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا: مذاہب کے تقابلی مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ظلیت اور بروز کا سارا تصور سراسر ہندوانہ تصور ہے۔ اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ حضرت عبدالقادر بغدادی (متوفی 429ھ) نے بھی فرمایا ہے کہ حلول کی حمایت کرنے والا تصور جھوٹا اور بے ہودہ ہے۔'' (اصول الدین ص...... 72) حضرت مجدد الف ثانی'' بھی جن کے ملفوظات پر مرزا صاحب یقین رکھتے تھے' نبوت میں ظل کے منکر ہیں' اپنے مکتوب نمبر 301 میں انہوں نے فرمایا ''نبوت اللہ کی قربت پر دلالت کرتی ہے۔ جس میں ظلیت کا کوئی شائبہ یا شک وشبہ نہیں۔''

34...... تیسرا پہلو جس کی نشان دہی مسئول الیہان نے کی' وہ یہ تھا کہ قادیانی مذہب میں داخل ہونے والے شخص سے بیعت کی شکل میں جس دستاویزات پر دستخط کرائے جاتے ہیں' وہ بھی دھوکے کی ٹٹی اور مکر وفریب کا جال ہے جو مسلمانوں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے اور پھانسنے کے لیے بچھایا جاتا ہے۔ وہ اس طرح کہ اسلام کو اپنے مذہب کے طور پر پیش کیا جاتا ہے اور مرزا صاحب کو اسلام کے نئے نبی کے روپ میں دکھایا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ بیعت کے فارم میں آنحضرت ﷺ کے بعد الفاظ ''خاتم النبیین'' کے استعمال سے مسلمہ طور پر یہ مراد نہیں کہ حضرت محمدؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا' بلکہ اس کے برعکس اس شخص کو مرزا قادیانی کے جملہ دعاوی پر ایمان لانا ہوتا ہے جس میں اس کا دعویٰ نبوت بھی شامل ہے۔ مسلمانوں کے مطابق رسول اکرمؐ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں ہوگا اور نہ ہی ہو سکتا ہے کیونکہ رسول اکرمؐ نے واشگاف الفاظ میں فرمایا ہے کہ ''لا نبی بعدی'' (میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا) اور لفظ خاتم النبیین کے معنے یہ ہیں کہ آخری مہر لگا دی گئی ہے۔ اب کسی نئے نبی کے آنے کا کوئی سوال نہیں۔ اس کے برخلاف مرزا قادیانی ''ایک غلطی کا ازالہ'' نامی کتاب میں رقمطراز ہے ''اگرچہ نبوت کی مہر نہیں ٹوٹے گی تاہم اس امر کا امکان ہے کہ اس دنیا میں بروزی طریقے سے کوئی نیا نبی آ جائے۔ صرف ایک بار نہیں بلکہ ہزار بار' اور وہ اپنی نبوت وکاملیت کا اظہار کرے۔''

35...... واضح ہو کہ 1891 کی مطبوعہ ''ازالہ اوہام'' 1893ء کی ''کرامت صادقین'' (مشمولہ روحانی خزائن جلد نمبر 7) اور 1899 کی ''ایام صلح'' (مشمولہ روحانی خزائن جلد 14) میں جو کچھ لکھا گیا اس سے مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کی صحیح تصویر اجاگر نہیں ہوتی اس لیے اس سلسلہ میں مرزا صاحب کی متعلقہ کتابیں وہ ہیں جو 1901ء سے 1908ء تک لکھی گئیں اور ایک غلطی کا ازالہ'' اس سلسلے کی بنیادی تحریر ہے اس سیاق وسباق میں یہ وضاحت کرنا مناسب ہوگا کہ 25 مئی 1908ء کی لکھی ہوئی ''پیغام صلح'' (مشمولہ روحانی خزائن جلد 23) بھی متعلقہ اور اس سلسلے میں کارآمد نہیں ہے کیونکہ اس پیغام کے مخاطب ہندو تھے مسلمان نہیں' اور مرزا صاحب کو نبی تسلیم کرنے کا سوال اسی صورت میں پیدا ہوتا جب کہ ہندوؤں نے حضرت محمدؐ کی نبوت کو تسلیم کیا ہوتا مرزا صاحب کے مخصوص دعویٰ کے پیش نظر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ احمدی مرزا صاحب کو حضرت محمدؐ کا بدل مانتے ہیں۔

اس لیے جھنڈوں پر لکھے ہوئے اور بیجوں پر تحریر شدہ الفاظ ''محمد رسول اللہ'' کا استعمال ہر احمدی کی اپنی ذمہ داری ہے' کیونکہ ایسا کرنا رسول اکرم ﷺ کے مقدس نام کی بے حرمتی کرنے کے مترادف ہے۔ بلاشبہ ایسا فعل دفعہ 295۔ سی ت پ کے دائرہ میں آتا ہے۔

36......مزید برآں ایسے بینرز اور بیجوں کی نمائش غالب اکثریت کی حامل مسلم آبادی کے مذہبی جذبات کو بھڑکانے کا موجب بنتی۔ یہ چیز سالگرہ کی تقریبات پر پابندی لگانے کا دوسرا جواز فراہم کرتی ہے' کیونکہ اس سے امن عامہ میں خلل پڑنے کا زبردست خدشہ تھا۔ یاد رہے کہ صرف مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کرنے کے حق کا دعویٰ تو کیا گیا لیکن سائلان کے فاضل وکلاء یہ ثابت کرنے میں ناکام رہے کہ ان تقریبات کے کھلے بندوں انعقاد اور جس طریقے سے انہیں منانے کا پروگرام بنایا گیا' اس پر پابندی لگانے سے قادیانی مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کرنے کے حق کی کس طرح خلاف ورزی ہوتی یا اس میں کمی واقع ہوگئی؟ ہندوؤں' سکھوں' پارسیوں اور دوسری مذہبی اقلیتوں کی طرح قادیانی بدستور اپنے مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کر رہے ہیں اور مکمل مذہبی آزادی سے مستفید ہو رہے ہیں۔ خود کو مسلمان ظاہر کر کے اور شریعت اسلامیہ یا کلمہ طیبہ کو جو کہ اسلام کے اساسی ارکان میں سے ایک ہے' استعمال کر کے وہ اپنے رویہ سے خود مشکل صورتِ حال پیدا کر دیتے ہیں۔ اگر قادیانی دستوری فیصلہ کو قبول کر لیں اور خود کو مسلمانوں سے ایک علیحدہ اور جداگانہ برادری سمجھنے لگیں جیسا کہ ان کا اپنا دعویٰ ہے تو کوئی ناخوشگوار صورتِ حال پیدا نہ ہو۔ ان کا خود کو مسلمانوں کا بدل ظاہر کرنا اور عامۃ المسلمین کو اسلام کے دائرہ سے خارج کرنا' مسلمانوں کے لیے کسی طرح قابل قبول اور قابل برداشت نہیں۔ ملک اور دستور سے ان کی وفاداری اور ان کا جداگانہ وجود ان کی سلامتی و بھلائی کو یقینی بنا سکتا ہے۔ ہم انہیں خوش آمدید کہیں گے' چاہے وہ کوئی سا مذہب اختیار کریں لیکن وہ مسلمانوں کے دین کو ناپاک کرنے پر کیوں مُصر ہیں؟ اگر مسلمان اپنے مذہب کو ہر قسم کی آمیزش سے پاک و خالص رکھنے کے لیے کوئی قدم اٹھاتے ہیں تو اس پر قادیانی کیوں سیخ پا ہوتے ہیں' اسے مسئلہ کیوں بنا لیتے ہیں۔

37......دفعہ 144 ض ف کی رو سے حاصل شدہ اختیار نیز ریاست کی پولیس قوت کو ایسے مقصد کے لیے جائز طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے جو پبلک کی بھلائی یا لوگوں کے مفاد میں ضروری نظر آئے۔ یہاں سائنس ٹولوجی مسلک کے ممبران کے دو مقدمات کا حوالہ دینا مناسب ہوگا؟ دیگر بنام وزیر داخلہ (Ch.149 - 1969-2) میں نوٹ کیا گیا کہ سائنس ٹولوجی کے محرکین کے نزدیک یہ ایک مذہب ہے۔ اس کی ابتداء امریکہ سے ہوئی' اس کا مسلک اور عقیدہ اس کی تعلیمات اور اعمال سیسکس (انگلینڈ) میں ایک کالج کے طلبہ کو پڑھائے جاتے ہیں۔ یہ کالج ایک امریکی کارپوریشن کی ملکیت ہے جس کا نام چرچ آف سائنس ٹولوجی آف کیلی فورنیا ہے۔ سائلان شہدت اور جوزف فرنشی امریکہ کے شہری تھے اور ان کے پاس داخلہ کے لیے محدود مدت

کے اجازت نامے تھے۔ میعاد ختم ہوگئی اور وزیر داخلہ نے توسیع کرنے سے انکار کر دیا' کیونکہ حکومت کا نقطہ نظر یہ تھا کہ:

''سائنس ٹولوجی نقلی فلاسوفیکل مسلک ہے جو اس ملک میں چند برس پہلے امریکیوں کی طرف سے متعارف کرایا گیا اور اس کا عالمی ہیڈکوارٹر ایسٹ گرینسٹڈ میں ہے۔ اس کے بانی مسٹر رون ہبارڈ نے اس کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ یہ دنیا کی سب سے بڑی ذہنی صحت کی تنظیم ہے۔ حکومت دستیاب جملہ شہادتوں کا جائزہ لینے کے بعد مطمئن ہے کہ سائنس ٹولوجی معاشرتی لحاظ سے ضرر رساں ہے۔ یہ ممبران خاندان کو ایک دوسرے سے الگ کرتی ہے اور جو لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں' ان سے گندے اور رسوا کن محرکات منسوب کر دیتی ہے۔ اس کے تحکمانہ اصول اور اعمال ان لوگوں کی شخصیت اور بھلائی کے لیے باعثِ تشویش ہیں' جو اسے چھوڑ چکے ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کے طریقے ان لوگوں کی صحت کے لیے خطرہ بن سکتے ہیں جو انہیں اختیار کرتے ہیں۔ ایسی شہادتیں ملی ہیں کہ اب بچوں کو اس کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ لارڈ ڈیننگ' ماسٹر آف رولز نے اپنے فیصلہ میں اس دلیل کو نمٹاتے ہوئے کہا کہ وزیر داخلہ نے اپنے اختیارات استرداد اور ایک مذہبی فرقہ کی جس پر از روئے قانون پابندی نہیں لگائی گئی' بے حرمتی کرنے کی غرض سے استعمال کیے تھے۔ لکھا:

''میرے خیال میں وزیر اس امر کا مجاز ہے کہ اپنے اختیارات کسی ایسے مقصد کے لیے کام میں لائے جو اس کے نزدیک پبلک کی بھلائی اور اس ملک کے لوگوں کے مفاد میں ہو' یہ سوچنے کی معمولی سی وجہ بھی موجود نہیں کہ وزیر داخلہ نے اس معاملہ میں اپنے اختیارات کو غلط مقصد کے لیے استعمال کیا یا بدنیتی سے کام لیا۔ وزیر کے مقصد کو اس بیان میں واضح طور سے ظاہر کر دیا گیا تھا جو اس نے دارالعوام میں دیا۔ اس نے سوچا کہ ان لوگوں یعنی سائنس ٹولوجسٹس کے اعمال ہمارے معاشرہ کے لیے انتہائی نقصان دہ ہیں اور یہ بات اس ملک کے مفاد میں نہیں کہ سائنس ٹولوجی کے غیر ملکی طلبہ کو اس کی تعلیم حاصل کرنے یا نئے طلبہ کو داخلہ لینے کی اجازت دی جائے۔ وہ مقصد سراسر جائز تھا۔ وزیر داخلہ نے اپنے اختیارات اس ملک کے عام آدمی کے مفاد میں استعمال کیے اور میں نہیں سمجھتا کہ ہم اس کے درست ہونے کی بابت کسی شک وشبہ میں پڑیں۔''

38...... اس طرح اجازت میں توسیع سے انکار کے حکم کی توثیق کر دی گئی۔ ہاؤس آف لارڈز نے اپیل کے لیے داخل کی گئی' درخواست خارج کر دی (رپورٹ کے ص 174 پر درج نوٹ ملاحظہ کیجئے) یوں آزادانہ نقل وحرکت کے حق کو مفادِ عامہ کے تابع کر دیا گیا۔ اسی

اصول کو یورپ کی عدالت ہائے انصاف نے

Van Duyn Vs. Home office. (1975 | Ch.358)

مقدمہ پر لاگو کیا۔ اس مقدمہ میں معاہدہ روم میں شامل ایک دفعہ' جس کی رو سے کارکنوں کو کمیونٹی کے نوملکوں میں آزادانہ نقل و حرکت کی ضمانت دی گئی تھی' مصلحت عامہ کی وجوہات کے تابع کر دیا گیا تھا۔ مس وان ڈوئن نے ہوائی اڈہ پر پہنچ کر اعلان کیا کہ وہ کالج آف سائنس ٹولوجی میں سیکرٹری کی حیثیت سے ملازمت اختیار کرنے آئی ہے۔ اسے یہ کہتے ہوئے داخلہ کی اجازت دینے سے انکار کر دیا گیا کہ کسی شخص کو چرچ آف سائنس ٹولوجی کی ملازمت میں شمولیت اختیار کرنے کے لیے برطانیہ میں داخل ہونے کی اجازت دینا ناپسندیدہ فعل ہے۔ اس انکار کو چیلنج کر دیا گیا اور معاملہ لکسمبرگ کی یورپین کورٹ آف جسٹس کو بھیج دیا گیا' جہاں اس انکار کو بحال رکھا گیا۔

39...... اسی طرح مصلحتِ عامہ کے اسباب اور عام آدمی کی بھلائی اور مفاد' سالگرہ تقریبات پر پابندی لگانے کی از روئے قانون جائز بنیاد فراہم کرتا ہے' جیسا کہ اس سلسلے میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور ریذیڈنٹ مجسٹریٹ نے ہدایات جاری کی ہیں۔ یہ بات پہلے ہی واضح کی جا چکی ہے کہ عام لوگ یعنی امتِ مسلمہ قادیانیوں کی سرگرمیوں اور ان کے مذہب کی تبلیغ کی مزاحمت و مخالفت کرتی ہے تاکہ ان کے مذہب کا اصل دھارا پاک صاف اور غلاظت سے محفوظ رہے اور امت کی یکجہتی بھی برقرار رہے۔ ایسا کرنے سے قادیانیوں کے ان کے مذہب کی پیروی اور اس پر عمل کرنے کے حق پر نہ کوئی زد پڑتی ہے' نہ اس کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

40...... مذکورہ بالا وجوہات کی بناء پر اس پٹیشن کو کسی استحقاق کے بغیر قرار دیتے ہوئے خارج کیا جاتا ہے۔ مقدمہ کے اخراجات دونوں فریق خود برداشت کریں گے۔

مورخہ 17 ستمبر 1991ء کو سنایا گیا۔ اس موقع پر مسٹر مجیب الرحمان ایڈووکیٹ حاضر تھے۔

دستخط

(جج)

(PLD 1992 Lahore-1)

❀.-❀-.❀